از قلم حقیقت رقم

حجۃ الاسلام، امام اہلسنّت عالیجناب حضرت مولانا الحاج الشاہ محمد عبد الشکور صاحب
فاروقی مدیر جریدہ مبارکہ "النجم" لکھنؤ

ناشر

اِدارۂ تحفّظِ ناموسِ اھلِ بیت پاکستان
اے ۲۱۹۔ سی بلاک۔ حیدری۔ شمالی ناظم آباد۔ کراچی ۳۳
پاکستان

لہ الحمد کہ این سالہ حقہ موسوم بہ

ابو الائمہ کی تعلیم

(علی مرتضےٰ کی تعلیمات)

از قلم حقیقت رقم

حجۃ الاسلام، امام اہلسنت عالیجناب حضرت مولانا الحاج الشاہ محمد عبد الشکور صاحب فاروقی مدیر جریدۂ مبارکہ النجم لکھنؤ

ناشر

ادارۂ تحفظ ناموسِ اہلِ بیت پاکستان

اے ۲۱۹۔ سی بلاک۔ حیدری شمالی ناظم آباد۔ کراچی پاکستان

ملنے کا پتہ: الصدف پبلشرز ۲۴ الظفر مارکیٹ۔ بلاک جی حیدری۔ نارتھ ناظم آباد کراچی ۳۳ (ٹیلیفون: ۶۲۴۸۶۴۲)

تعداد ایک ہزار

فہرست مطالب کتاب ہذا

مطبوعہ: احمد برادرز پرنٹرز ناظم آباد کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ ناشر

تالیف ھذا کا پس منظر و مقصد

آج سے ساٹھ ستر سال قبل مجتہد العصر، قائدِ "امامیہ مشن" علی نقی صاحب منصبِ اجتہاد پر فائض ہو کر جب "عراق" سے اپنے وطنِ مالوف "لکھنؤ" واپس تشریف لائے تو آپ نے بلا تاخیر اپنی دینی و قومی ذمہ داریوں میں علماء شیعہ کا ہاتھ بٹانا شروع کر دیا، چنانچہ آپ نے سب سے پہلے تیرہ سو سال سے شیعہ قوم کی پیشانی پر قتلِ حسین کا جو داغ کندہ ہے، اس کو دھونے کی سعی سے اپنی علمی زندگی کا آغاز کیا، اس سلسلہ میں آپ کی پہلی تصنیف "قاتلانِ حسین کا مذہب" ہے جس میں موصوف نے یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے، کہ دراصل قاتلانِ حسین کا کوئی مذہب ہی نہ تھا نہ سُنّی نہ شیعہ امام اہل سنت مولانا عبد الشکور صاحب لکھنوی رحمہ اللہ نے موصوف کے اس دعوے کی تردید میں "قاتلانِ حسین کی خانہ تلاشی"[1] نامی کتاب تصنیف فرمائی جس میں مسلّمہ کتبِ شیعہ کے ناقابلِ انکار اقتباسات کی روشنی میں دو اور دو چار کی طرح موصوف کے اس دعوے سے بھرپور اختلاف کرتے ہوئے یہ ثابت کیا، کہ قاتلانِ حسین کے شیعہ ہونے کی مدعی اور تمام تر تفصیلات کا سرمایہ خود مستند ترین کتبِ شیعہ ہیں نہ کہ کتبِ اہل سنّت۔ مجتہد صاحب کی دوسری دینی و قومی خدمت "تحریف کی خانہ ساز حقیقت" نامی

---

[1] الحمد للہ کہ اس تاریخی قابلِ مطالعہ کتاب کو ادارہ شائع کر چکا ہے۔

تالیف ہے، جس میں موصوف نے شیعہ مذہب کے ترجمان کی حیثیت سے قرآن سے والہانہ تعلق وعقیدت اور اس کو ہر قسم کی تبدیلی و تحریف سے بالکل محفوظ باور کرایا ہے، جس کا جواب متکلم اسلام مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی نے اپنے تاریخی علمی رسالہ "النجم" میں نہایت مفصل و مدلل تحریر فرمایا، اور یہ ثابت کیا کہ یہ کتاب بظاہر قرآن کا دفاع و تحفظ ہے، لیکن حقیقتاً اور معناً قرآن کو محرّف و مشکوک ثابت کرنے کی نہایت مذموم و مغالطہ دہ کوشش ہے، بلکہ دراصل اسی واحد مقصد سے سپردِ قلم کی گئی ہے۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

زیر نظر تالیف بھی مجتہد صاحب ہی کی تصنیفات کے مضر و خلافِ حقیقت نتائج و اثرات سے اہل علم کو باخبر و محفوظ رکھنے کے لئے منظر عام پر آئی ہے جو امام اہلسنّت کے احساسِ ذمہ داری اور بصیرت و دُوراندیشی کا بہترین نمونہ ہے۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

۱۷ رمضان المبارک ۱۴۰۷ھ
مطابق ۱۵ مئی ۱۹۸۷ء بروز جمعہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہر قسم کی تعریف اس خدا کیلیے ہے جس نے ہماری ہدایت کیلیے سرور انبیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھیجا اور اپنا پاک کلام یعنی قرآن مجید ان پر اُتارا اور قیامت تک اسکی حفاظت کا وعدہ کیا، اور اس وعدے کے مطابق وہ سچی کتاب دنیا میں ابتک موجود ہے، اور ہمیں راہ راست کی طرف ہدایت کرتی ہے،

ہمارے اکثر بھائیوں کو تعجب ہوتا ہے کہ قرآن شریف میں ایسی بزرگیاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام خاصکر تینوں خلیفہ کی لکھی ہوئی ہیں جنکا کوئی مسلمان انکار نہیں کرسکتا پھر قرآن حکیم کے علاوہ خود شیعوں کی معتبر کتابوں میں حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے تینوں خلیفہ کی ایسی اعلیٰ تعریف روایت کیگئی ہے کہ اُس سے زیادہ تعریف کسی کی کوئی کر نہیں سکتا، باوجود اسکے پھر شیعہ ان تینوں خلفاء کو نہیں مانتے بلکہ اُن سے عداوت رکھنا ضروری سمجھتے ہیں۔

مگر اس تعجب کی بنیاد مذہب شیعہ سے ناواقفیت پر ہی قرآن شریف کے متعلق شیعوں کے جو خیالات و اعتقادات ہیں ان کے معلوم ہو جانیکے بعد قرآنی تعلیم سے انکا انحراف محل تعجب نہیں رہتا باقی رہا اپنی مستند کتابوں کی معتبر روایتوں سے انحراف اسکی وجہ غالباً یہ ہے کہ اکثر شیعہ اپنی مذہبی کتابوں سے بیخبر ہیں اور انکے عالم اُن سے مذہب کی اصلی حقیقت کو چھپاتے ہیں کیونکہ مذہب شیعہ میں اپنے دین کو چھپانیکی بڑی سخت تاکید ہے چنانچہ مذہب شیعہ کی سب سے بڑی معتبر کتاب اُصول کافی مطبوعہ لکھنؤ ص ۴۸۵ میں امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ انھوں نے شیعوں سے فرمایا،

اِنَّكُمْ عَلٰى دِيْنٍ مَنْ كَتَمَهٗ اَعَزَّهُ اللّٰهُ وَمَنْ اَذَاعَهٗ اَذَلَّهُ اللّٰهُ،	بیشک تم لوگ ایسے دین پر ہو کہ جو اسکو چھپائیگا اللہ اسکو عزت دیگا اور جو اس کو ظاہر کریگا اللہ اسکو ذلیل کریگا،

اسی لیے اِس وقت بجائے آیات قرآنیہ کے حضرت علی مرتضیٰ کی تعلیمات شیعوں کی مستند کتابوں سے پیش کی جاتی ہیں اور اس بات کے ظاہر کرنیکے لیے کہ ہمارے دلائل محض الزامی نہیں بلکہ تحقیقی ہیں کتب

اہل سنت کے حوالے بھی درج کیئے جاتے ہیں۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔

اہلِ سُنّت کی کتابوں سے

حدیث اول جو کتب معتبرۂ اہلسنت میں بأسانید متعددہ مروی ہے ازانجملہ ترمذی میں حارث سے، اور امام زین العابدین سے اور زوائد مسند میں امام حسن سے اور ابن ماجہ میں حارث سے منقول ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ نے فرمایا

كُنْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ طَلَعَ اَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	میں (ایکدن) رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا کہ یکایک ابوبکر و عمر دور سے آتے ہوئے دکھائی دیئے تو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم
هٰذَانِ سَيِّدَا كُهُوْلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ مِنَ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ اِلَّا النَّبِيِّيْنَ وَالْمُرْسَلِيْنَ	نے فرمایا کہ یہ دونوں تمام اگلے اور پچھلے پیران اہل جنت کے سردار ہیں سوائے نبیوں اور رسولوں کے،

حدیث دوم - جو کتب معتبرہ اہل سنت میں اسّی سندوں سے منقول ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ نے فرمایا خَیْرُ الْاُمَّۃِ بَعْدَ نَبِیِّہَا اَبُوْبَکْرٍ ثُمَّ عُمَرُ ترجمہ اس امت میں نبی کے بعد سب سے بہتر ابوبکرؓ ہیں انکے بعد عمرؓ یہ روایت علم حدیث کی سب سے بڑی معتبر کتاب صحیح بخاری میں بھی ہے اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے منہاج السنۃ میں اور حضرت شیخ ولی اللہ محدث دہلوی نے ازالۃ الخفا میں لکھا ہے کہ رَوَاہُ ثَمَانُوْنَ نَفْسًا عَنْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْطَالِبٍ یعنی اسّی آدمیوں نے اس قول کو علی بن ابیطالب سے روایت کیا ہے

حدیث سوم - حافظ الحدیث علامہ ابن عبدالبر نے استیعاب میں اور علامہ ابوالقاسم نے کتاب السنۃ میں یہ روایت لکھی ہے کہ جب حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو یہ خبر ملی کہ کچھ لوگ مجھے حضرت ابوبکر و عمرؓ پر فضیلت دیتے ہیں تو آپ نے ممبر پر جاکر ایک خطبہ پڑھا اور فرمایا لَا یُفَضِّلُنِیْ اَحَدٌ عَلٰی اَبِیْ بَکْرٍ وَّ عُمَرَ اِلَّا جَلَدْتُہٗ حَدَّ الْمُفْتَرِیْ ترجمہ جو شخص مجھے ابوبکر و عمرؓ سے افضل کہے گا میں اسکو مفتری کی سزا دونگا یعنی اسّی درّے مارونگا۔

حدیث چہارم حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے "ازالۃ الخفا مقصد اول ص ۱۴۶، ۱۴۷ مطبوعہ عمدۃ المطابع لکھنؤ میں کتاب استیعاب اور ریاض النضرۃ" سے ایک بڑا طولانی خطبہ حضرت علیؓ کا نقل کیا ہے جو آپ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی وفات کے بعد پڑھا اس خطبہ میں حضرت صدیق کے فضائل اس قدر بیان کیے ہیں کہ اس سے زائد بیان نہیں کیے جا سکتے ان کا سابق الاسلام ہونا، صدیق ہونا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی جاں نثاری میں سب سے فائق ہونا، تمام صحابہ سے افضل ہونا وغیرہ وغیرہ بہت کچھ بیان فرمایا ہے، یہ خطبہ قابل دید ہے،

حدیث پنجم یہ روایت صحیح بخاری میں اور مسند احمد میں باسانید متعددہ اور مستدرک حاکم میں اور امام محمد کی کتاب الآثار میں ہے اور ہم الفاظ صحیح بخاری کے نقل کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ شہید ہوے اور ان کا جنازہ لاکر رکھا گیا تو حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ آئے اور انھوں نے میرے دونوں شانوں پر ہاتھ رکھ لیا اور حضرت عمر کیلئے دعائے رحمت مانگی اور حسب ذیل کلمات

حضرت علیؓ کے جنازہ اقدس کو مخاطب کر کے فرمائے -

مَا خَلَفْتَ اَحَدًا اَحَبَّ اِلَيَّ اَنْ	آپنے اپنے بعد کوئی ایسا شخص نہ چھوڑا کہ میں[1]
اَلْقَى اللّٰهَ بِمِثْلِ عَمَلِهٖ مِنْكَ	اسکے جیسے اعمال کیساتھ اللہ سے ملنے کی
وَاَيْمُ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُ لَاَظُنُّ اَنْ	آرزو کروں اور اللہ کی قسم مجھے پہلے ہی سے
يَّجْعَلَكَ اللّٰهُ مَعَ صَاحِبَيْكَ	یہ خیال تھا کہ آپکو اللہ تعالیٰ آپکے صاحبین
وَحَسِبْتُ اَنِّيْ كُنْتُ كَثِيْرًا	(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر صدیق)
اَسْمَعُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ	کیساتھ کر دیگا کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ	علیہ وسلم سے بکثرت یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں گیا
ذَهَبْتُ اَنَا وَاَبُوْبَكْرٍ	اور ابو بکر و عمر گئے میں داخل ہوا اور ابو بکر و
وَّعُمَرُ وَدَخَلْتُ اَنَا	عمر داخل ہوئے میں نکلا اور ابو بکر و عمر نکلے
وَاَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ وَ	(غرض ہر بات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
خَرَجْتُ اَنَا وَاَبُوْبَكْرٍ	اپنے ذکر مبارک کے ساتھ آپ دونوں کا بھی

[1] دوسری روایات میں یہ مضمون ان الفاظ کیساتھ منقول ہے کہ اس کفن پوش کے بعد اب کوئی نہ رہا کہ اسکے جیسے نامۂ اعمال کی میں اپنے لیئے خواہش کروں " -

وَعُمَرُ	ذکر فرماتے تھے،

حدیث ششم مُستدرک حاکمؒ میں روایت ہو کہ حضرت علیؓ نے فرمایا،

سَبَقَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّے اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَصَلّٰے اَبُوْبَکْرٍ وَثَلَّثَ عُمَرُ،	رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ سب سے بالا ہے انکے بعد دوسرا نمبر حضرت ابوبکرؓ کا ہے اور تیسرا نمبر حضرت عمرؓ کا ہے،

حدیث ہفتم مُستدرک حاکمؒ میں روایت ہے کہ حضرت علی مرتضےٰ کرم اللہ وجہہ نے فرمایا،

یَامُحَمَّدُ بْنِ حَاطِبٍ اِذَا قَدِمْتَ لْمَدِیْنَۃَ وَسُئِلْتَ عَنْ عُثْمَانَ نَقُلْتَ کَانَ وَاللّٰہِ مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَاٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَاَحْسَنُوْا وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ وَعَلَے اللّٰہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ،	اے محمد بن حاطب جب تم مدینہ پہونچو اور لوگ تم سے عثمان کے متعلق دریافت کریں تو تم کہنا کہ اللہ کی قسم عثمان ان لوگوں میں سے تھے جن کے متعلق قرآن مجید کی یہ آیت ہے کہ وہ ایمان لائے اور انھوں نے تقویٰ اختیار کیا اور نیک کام کیئے،

حضرت علی مرتضیٰؓ کے علاوہ حضرات حسنینؓ اور امام زین العابدینؒ

اور امام محمد باقر وجعفر صادق رضی اللہ عنہم اجمعین سے بھی بہت
فضائل تینوں خلیفہ خاصکر حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے منقول ہیں
بطور نمونہ کے چند روایات حسب ذیل ہیں۔
حدیث ہشتم حضرت محدث دہلوی نے ابن سمان کی کتاب الموافقہ سے
یہ روایت ابو جعفر (یعنی امام محمد باقر) سے نقل کی ہے کہ ایک دن
حضرت عمر نے حضرت علی سے اپنی پریشانی بیان کی کہ اتنے دنوں
میں نے خلافت کی مبادا کسی کے حق میں مجھ سے بے انصافی ہوگئی ہو
حضرت علی نے کہا اللہ کی قسم آپکا عدل وانصاف ایسا ہی اور ایسا ہے
اس وقت حضرت عمر کے داہنے بائیں حضرات حسنین رضہ بھی ستھے، ان
دونوں نے بھی ان کے عدل وانصاف کی تعریف کی تو حضرت عمر رضہ نے
اُن دونوں سے فرمایا کہ اے میرے بھتیجو! کیا تم (خدا کے سامنے)
اسکی گواہی دوگے؟ یہ سُن کر دونوں صاحبزادے خاموش ہوگئے اور
اپنے والد کی طرف دیکھنے لگے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا،

اِشْهَدَا وَاَنَا | تم دونوں گواہی دینے کا اقرار کرو اور

مَعَكُمْ شَهِيدٌ	میں بھی تمھارے ساتھ گواہی دوں گا

حدیث نہم مسند امام احمد میں ابو حازم سے روایت ہو کہ ایک شخص نے علی بن حسین یعنی امام زین العابدین سے پوچھا کہ

مَاكَانَ مَنْزِلَةُ اَبِيْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ	حضرت ابو بکر و عمر کو کیا منزلت یعنی تقرب
مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل تھا تو
فَقَالَ مَنْزِلَتُهُمَا السَّاعَةَ	امام زین العابدین نے فرمایا کہ جو منزلت اسوقت ہے

یعنی جو نزدیکی و تقرب انکی قبروں کو حاصل ہے وہی تقرب بحالت حیات ان کو حاصل تھا۔

حدیث دہم۔ امام محمد نے اپنے استاد امام اعظم ابو حنیفہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا ہم سے ابو جعفر یعنی محمد بن علی (باقر) نے بیان کیا کہ جب حضرت عمر زخمی ہوئے تو حضرت علی انکے پاس گئے اور انھوں نے کہا کہ اللہ آپ پر رحم کرے اللہ کی قسم زمین میں اب آپسے زیادہ مجھے کوئی محبوب نہیں کہ اسکے جیسے اعمالنامہ کی میں اپنے لئے آرزو کروں نیز سالم بن ابی حفصہ سے روایت ہے کہ میں نے امام باقر و جعفر سے حضرت ابو بکر و عمر کی بابت پوچھا تو دونوں نے کہا کہ وہ دونوں

امام برحق تھے ہم ان سے محبت کرتے ہیں اور انکے دشمن سے بیزار ہیں
پھر جعفر میری طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ اے سالم کوئی شخص اپنے
جد کو بھی برا کہتا ہے ابوبکر صدیق میرے جد تھے مجھ کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کی شفاعت نصیب نہ ہو اگر میں ان دونوں سے محبت نہ رکھتا ہوں
اور ان کے دشمن سے بیزار نہ ہوں نیز امام باقر سے روایت ہے کہ
انھوں نے کہا جو شخص ابوبکر و عمر رض کی فضیلت سے ناواقف ہو وہ سنت سے
ناواقف ہے[۱]۔ نیز انہیں امام باقر سے پوچھا گیا کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما
کے متعلق آپکا عقیدہ کیا ہے تو انھوں نے فرمایا

اِنِّیْ اَتَوَلَّاهُمَا وَاَسْتَغْفِرُ لَهُمَا فَمَا رَاَیْتُ اَحَدًا مِنْ اَهْلِ بَیْتِیْ اِلَّا وَهُوَ یَتَوَلَّاهُمَا	تحقیق میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں اور انکے لیے استغفار کرتا ہوں کیونکہ میں نے اپنے اہلبیت میں سے کسی کو نہیں دیکھا جو ان دونوں سے محبت نہ کرتا ہو

[۱] مطلب یہ ہے کہ جو شخص ان کو افضل امت نہ مانے وہ اہلسنت نہیں ہو سکتا اور
اہل سنت ہونا ضروری ہے جیسا کہ خود حضرت علی سے کتب شیعہ میں منقول ہے
چنانچہ انشاء اللہ آئندہ صفحات میں آپ پڑھیں گے۔

نیز[۵] انھیں امام باقر سے پوچھا گیا کہ جو لوگ حضرت ابو بکر و عمر کو برا کہتے ہیں انکے متعلق آپکا فتویٰ کیا ہے تو امام موصوف نے فرمایا اُولٰٓئِكَ اَلْمُرَّاقُ یعنی وہ بیدین لوگ ہیں، نیز[۶] انھیں امام باقر سے حسب ذیل کلمات منقول ہیں

مَنْ شَكَّ فِيْهِمَا كَمَنْ	جو شخص حضرت ابو بکر و عمر کی فضیلت میں شک کرے
شَكَّ فِى السُّنَّةِ وَبُغْضُ اَبِىْ بَكْرٍ	وہ ایسا ہے جیسے کوئی سنت نبویہ میں شک کرے
وَعُمَرَ نِفَاقٌ وَبُغْضُ الْاَنْصَارِ	اور حضرت ابو بکر و عمر کا بغض نفاق کی علامت ہے
نِفَاقٌ۔	اور انصار کا بغض بھی نفاق کی علامت ہے

حدیث دہم کو صرف ایک حدیث اسلیئے شمار کیا گیا کہ اسمیں حضرت علی کا قول صرف ایک ہے باقی اقوال امام زین العابدین و امام باقر و جعفر کے ہیں یہ سب آثار و اقوال ازالۃ الخفا میں منقول ہیں (دیکھو ازالۃ الخفا مقصد اول صـــ ۲۲۴ مطبوعہ عمدۃ المطابع لکھنؤ)

تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ

شیعہ اثنا عشریہ کی مستند کتابوں سے

حدیث اول، نہج البلاغہ جو مذہب شیعہ کی بڑی معتبر کتاب ہے اسکی جلد دوم مطبوعہ مصر ص۷ میں ہے کہ جناب علی مرتضیٰ نے حضرت معاویہ کو خط لکھا جس کی عبارت بلفظہ یہ ہے،

اِنَّہٗ بَایَعَنِی الْقَوْمُ الَّذِیْنَ	تحقیق مجھسے بیعت کی ہے اُن لوگوں نے
بَایَعُوْا اَبَا بَکْرٍ وَّعُمَرَ وَعُثْمَانَ	جنھوں نے ابوبکر وعمر وعثمان سے بیعت کی تھی
عَلٰی مَا بَایَعُوْھُمْ عَلَیْہِ فَلَمْ	انھیں شرائط پر جن پر ان سے بیعت کی تھی لہذا
یَکُنْ لِلشَّاھِدِ اَنْ یَّخْتَارَ	اب نہ حاضر کو اختیار رہے کہ کسی اور کو پسند کرے
وَلَا لِلْغَائِبِ اَنْ یَّرُدَّ وَاِنَّمَا	اور نہ غائب کو حق ہے کہ وہ میری خلافت کو رد کرے
الشُّوْرٰی لِلْمُھَاجِرِیْنَ	سوا اسکے نہیں کہ شورہ خلافت کا حق مہاجرین و
وَالْاَنْصَارِ فَاِنِ اجْتَمَعُوْا	انصار کو ہے پس اگر مہاجرین و انصار کسی
عَلٰی رَجُلٍ وَّسَمَّوْہُ اِمَامًا	شخص پر متفق ہو جائیں اور اسکو امامت کیلئے

سلہ نہج البلاغہ مطبوعہ ایران میں لِلّٰہِ رضیٰ ہے بہرحال لفظ لِلّٰہِ ہو یا نہ ہو ترجمہ وہی ہوگا جو ہم نے کیا۔

كَانَ ذَالِكَ رِضًى فَاِنْ خَرَجَ	نامزد کر دیں تو وہ خدا کا پسندیدہ امام ہوگا
مِنْ اَمْرِهِمْ خَارِجٌ بِطَعْنٍ	پھر اگر مہاجرین و انصار کے کام سے کوئی شخص
اَوْ بِدْعَةٍ رَدُّوْهُ اِلٰی مَا	مخالف ہوجائے کوئی اعتراض کرکے یا کوئی نئی
خَرَجَ مِنْهُ فَاِنْ اَبٰی	بات نکال کر تو مسلمانوں کو چاہیئے کہ اسکو پھر اس
قَاتَلُوْهُ عَلٰی اتِّبَاعِهٖ	راہ کی طرف واپس لائیں جس سے وہ نکل گیا
غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ	اور نہ مانے تو اس سے قتال کریں، کیونکہ
وَوَلَّاهُ اللّٰهُ مَا تَوَلّٰی	اس نے ایمان والوں کی راہ کے خلاف کی
وَلَعَمْرِیْ یَا مُعَاوِیَةُ	پیروی کی اور خدا اسکو اسی طرف پھیرے گا
لَئِنْ نَظَرْتَ بِعَقْلِكَ	جدھر وہ پھرا اور قسم اپنی جان کی اے معاویہ
دُوْنَ هَوَاكَ لَتَجِدَنِّیْ	اگر تم اپنی عقل سے غور کروگے ہوائے نفسانی کو
اَبْرَءَ النَّاسِ مِنْ دَمِ	دخل نہ دوگے تو یقیناً مجھے خون عثمان سے بہت
عُثْمَانَ وَلَتَعْلَمَنَّ اَنِّیْ	بے تعلق پاؤگے اور یقیناً جان لوگے کہ میں
كُنْتُ فِیْ عُزْلَةٍ مِنْهُ	اس خون سے علیحدہ ہوں ؎

حضرت علی مرتضیٰ کے اس خط سے حسب ذیل امور ثابت ہوتے ہیں

(۱) جن لوگوں نے حضرت ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم سے بیعت

کی تھی انھیں نے حضرت علی سے بھی بیعت کی تھی معلوم ہوا کہ حضرت علی میں اوران تینوں خلیفہ میں کوئی مذہبی اختلاف نہ تھا،

(۲) خلیفہ کے انتخاب کا حق مہاجرین وانصار کو تھا خلیفہ کا تقرر منجانب اللہ جیسا کہ شیعہ کہتے ہیں غلط ہے ورنہ حضرت علی ضرور لکھتے کہ مجھے تو رسول خلافت کیلئے نامزد کرچکے تھے زیادہ سے زیادہ یہ کہ رسول کی نامزدگی کے بعد اس بیعت کا بھی ذکر کردیتے مگر حضرت علی نے ایسا نہ کیا اور صرف اسی بیعت کو اپنی خلافت کی دلیل قرار دیا،

(۳) مہاجرین وانصار جس کو امامت وخلافت کیلئے منتخب کرلیں وہ خدا کا پسندیدہ ہوتا ہے انکا انتخاب خدا کی مرضی کے خلاف نہیں ہوسکتا،

(ف) یہ مضمون حضرت علی مرتضی نے آیات قرآنیہ سے لیا ہے قرآن شریف کی متعدد آیتوں میں مہاجرین وانصار کی جو تعریف بیان ہوئی ہے اُس تعریف کو سامنے رکھ کر ہر مسلمان اسی نتیجہ پر پہونچیگا جو حضرت علی مرتضی کے اس کلام میں مذکور ہے (دیکھو ہمارا رسالہ تفسیر آیات مدح مہاجرین) بالخصوص آیت تمکین جسکی تفسیر کے متعلق ایک خاص رسالہ ہوچکا ہے اس

مضمون کو بہت صراحت اور وضاحت کے ساتھ بیان کر رہی ہے کہ مہاجرین کی یہ شان ہے کہ جب انکو زمین میں تمکنت ملیگی تو انکے تمام کام مرضی الٰہی کے مطابق ہونگے قولہ تعالیٰ اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ،

(۴) مہاجرین وانصار کے منتخب کیئے ہوئے خلیفہ کو جو نہ مانے اسکو پہلے سمجھانا چاہیئے، سمجھانے پر بھی نہ مانے تو واجب القتل ہے اور وہ ایمان والوں کے راستہ سے ہٹا ہوا ہے، اِن تمام ذکر کی ہوئی باتوں کا آخری نتیجہ یہ ہے کہ تینوں خلیفہ چونکہ مہاجرین میں سے تھے اور مہاجرین وانصار نے اُنکو منتخب کیا تھا لہٰذا وہ امام برحق اور خدا کے پسندیدہ تھے انکا نہ ماننے والا حضرت علی کے نزدیک واجب القتل ہے اور ایمان والوں کی روش کا مخالف ہے۔

ف اگر شیعہ صاحبان حضرت علی مرتضیٰ کے اِس خط کو الزامی قرار دیکر ٹالنا چاہیں تو یہ ناممکن ہے۔

یعنی یہ کہنا کہ حضرت معاویہ چونکہ خلافت کو منصوص نہ جانتے تھے

بلکہ اہل حل و عقد کی بیعت سے انعقاد خلافت کے معتقد تھے اسلیے حضرت علی نے انکو اُنکے مسلمات سے الزام دینے کیلیے ایسا لکھا اپنا منصوص ہونا نہ بیان کیا۔ یہ بالکل غلط ہے بچند وجوہ،

وجہ اول یہ کہ اس خط میں کوئی لفظ ایسا نہیں جس سے اسکے الزامی ہونیکا اشارہ بھی نکل سکے بلکہ ایسے الفاظ موجود ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ خود حضرت علی کا عقیدہ یہی تھا انما الشوریٰ سے اخیر تک کا الزامی ہونا بالکل غیر معقول ہے اور اگر یوں بلا قرینہ کسی کلام کو الزامی قرار دینا اور یہ کہدینا جائز ہو کہ یہ کلام اس متکلم کا اسکی ضمیر کے خلاف ہے تو پھر کوئی کلام کسی متکلم کا کسی معنی پر قائم نہیں رہ سکتا،

وجہ دوم یہ کہ صرف الزامی دلیل پر قناعت کرنا اور تحقیقی دلیل کا ذکر نہ کرنا سنت انبیاء کے بالکل خلاف ہے انبیاء علیہم السلام نے کبھی ایسا نہیں کیا کہ کسی کو اُسکے مسلمات سے اگرچہ وہ باطل ہوں الزام دیا ہو۔

وجہ سوم یہ کہ حضرت علی کے دوسرے اقوال جو اسی نہج البلاغہ میں ہیں اُن سے بھی یہ بات اچھی طرح ثابت ہوتی ہے کہ حضرت علی اپنی خلافت کو

منصوص نہ سمجھتے تھے، بلکہ جمہور مسلمین کی طرح بیعت اہل حل و عقد سے
خلافت کے انعقاد کا اعتقاد رکھتے تھے چنانچہ یہ اقوال حدیث نہم میں
انشاء اللہ تعالیٰ پیش کیئے جائینگے،

حدیث دوم حضرت علی نے ایک خط میں حضرت معاویہ کو حسب ذیل
عبارت لکھی، اس خط کو تمام شارحین نہج البلاغہ نے نقل کیا ہے اور ہم اسکو
علامہ ابن میثم بحرانی کی شرح نہج البلاغہ مطبوعہ طہران جزو ۳۴ سے نقل کرتے ہیں

وَكَانَ اَفْضَلُهُمْ فِي الْاِسْلَامِ	اور اسلام میں سب سے افضل اور اللہ اور اسکے
وَاَنْصَحُهُمْ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ	رسول کیساتھ اخلاص رکھنے میں سب سے بڑھکر
اَلْخَلِيْفَةُ الصِّدِّيْقُ وَخَلِيْفَةُ	جیسا کہ تم نے بیان کیا خلیفہ صدیق تھے اور
الْخَلِيْفَةِ الْفَارُوْقُ وَلَعَمْرِيْ	خلیفہ کے خلیفہ فاروق، اور قسم مجھے اپنی جان کی
اِنَّ مَكَانَهُمَا فِي الْاِسْلَامِ لَعَظِيْمٌ	کہ تحقیق ان دونوں کا مقام اسلام میں بڑا ہے
وَاِنَّ الْمُصَابَ بِهِمَا لَجُرْحٌ	اور تحقیق انکی وفات سے اسلام کو سخت زخم پہنچا
فِي الْاِسْلَامِ شَدِيْدٌ يَرْحَمُهُمَا	اللہ ان دونوں پر رحمت نازل کرے اور
اللّٰهُ وَجَزَاهُمَا بِاَحْسَنِ مَا عَمِلَا،	انکو انکے اچھے کاموں کا بدلہ دے،

ف یہ قول حضرت علی مرتضیٰؓ کا جو شیعوں کی مستند کتاب میں ہی حضرت علی کے اُس قول سے جو اہلسنت کی کتابوں میں اسّی سندوں سے منقول ہے یعنی خَیْرُ الْاُمَّۃِ بَعْدَ نَبِیِّہَا اَبُوْبَکْرٍ ثُمَّ عُمَرُ، بالکل مطابق ہے مضمون ایک ہی صرف الفاظ کا تھوڑا سا فرق ہی۔

حدیث سوم۔ نہج البلاغہ مطبوعہ مصر جلد دوم صفحہ ۲۵۳ میں حضرت علی مرتضیٰ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ منقول ہیں،

وَوَلِیَھُمْ وَالٍ فَاَقَامَ وَاسْتَقَامَ حَتّٰی ضَرَبَ الدِّیْنُ بِجِرَانِہٖ،	اور حاکم ہوا مسلمانوں کا ایک حاکم پھر اس نے (دین) قائم کیا اور سیدھا چلا یہاں تک کہ دین کو کمال مضبوطی حاصل ہوئی،

اگرچہ اس کلام میں اُس حاکم کا نام نہیں ہے مگر ظاہر ہی کہ حضرت علی مرتضیٰ سے پہلے تین ہی خلیفہ ہوئے تھے لہذا انھیں میں سے کوئی مراد ہے لیکن شارحین نہج البلاغہ لکھتے ہیں کہ حضرت عمر مراد ہیں، چنانچہ علامہ فتح اللہ کاشانی لکھتے ہیں کہ

والی ایشان شد والیے حاکم ہوا مسلمانوں کا ایک حاکم کہ وہ

کہ آن عمر خطاب ست، عمر بن خطاب ہیں،

حدیث چہارم۔ نہج البلاغہ میں دو سخت اور نازک موقعوں پر حضرت عمر کا حضرت علی سے مشورہ لینا اور حضرت علی کا اُن کو نہایت اخلاص اور دلی محبت و عقیدت کے ساتھ مشورہ دینا مذکور ہے ہم ان دونوں مشوروں کو اور حضرت علی کی زبان مبارک کے خاص الفاظ کو ہدیۂ قارئین کرتے ہیں،

پہلا مشورہ غزوۂ روم کے متعلق

نہج البلاغہ مطبوعہ مصر جلد اول صـ۲۷۱ میں ہے،

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَقَدْ شَاوَرَهُ عُمَرُ فِي الْخُرُوجِ إِلَى غَزْوَةِ الرُّومِ بِنَفْسِهِ، وَقَدْ تَوَكَّلَ اللهُ لِأَهْلِ هٰذَا الدِّيْنِ بِإِعْزَازِ الْحَوْزَةِ وَسَتْرِ الْعَوْرَةِ وَالَّذِي نَصَرَهُمْ وَهُمْ قَلِيلٌ لَا يَنْتَصِرُوْنَ وَمَنَعَهُمْ	جناب امیر علیہ السلام کا یہ کلام اس وقت کا ہے جبکہ حضرت عمرؓ نے جنگ روم میں خود اپنے جانے کیلئے اُن سے مشورہ لیا ہے تحقیق اللہ اس دین والوں کے لیے ذمہ دار ہے ان کی جماعت کو عزت دینے اور ان کی کمزوریوں کو چھپانے کا اور جس نے انکو اس حال میں مدد دی جبکہ وہ کم تھے انتقام نہیں

وَهُمْ قَلِيْلٌ لَا يَمْتَنِعُوْنَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ
اِنَّكَ مَتٰى تَسِيْرُ اِلٰى هٰذَا
الْعَدُوِّ بِنَفْسِكَ فَتَلْقَهُمْ
فَتُنْكَبْ لَا تَكُنْ لِلْمُسْلِمِيْنَ
كَانِفَةٌ دُوْنَ اَقْصٰى بِلَادِهِمْ
فَلَيْسَ بَعْدَكَ مَرْجِعٌ
يَرْجِعُوْنَ اِلَيْهِ فَابْعَثْ
اِلَيْهِمْ رَجُلًا مُجَرِّبًا
وَاحْفِزْ مَعَهٗ اَهْلَ
الْبَلَاءِ وَالنَّصِيْحَةِ فَاِنْ
اَظْهَرَ اللّٰهُ فَذَالِكَ مَا
تُحِبُّ وَاِنْ تَكُنِ الْاُخْرٰى
كُنْتَ رِدْءً لِلنَّاسِ
وَمَثَابَةً لِلْمُسْلِمِيْنَ.

پا سکتے تھے اور اس حال میں اُن کو محفوظ رکھا
کہ وہ کم تھے اور محفوظ نہیں رہ سکتے تھے وہ
اللہ اب بھی زندہ ہے اور کبھی نہیں مرے گا
بتحقیق جس وقت آپ اس دشمن کے سامنے
خود جائینگے اور خود اُن سے مقابلہ کریں گے
تو اگر کہیں شہید ہوگئے تو پھر مسلمانوں کو کوئی
جائے پناہ ان کے آخری شہروں تک کہیں
نہ ملے گی کیونکہ آپ کے بعد کوئی ایسا شخص نہیں
جسکی طرف مسلمان رجوع کریں لہذا آپ کسی
تجربہ کار شخص کو اُن کی طرف روانہ کیجیے،
اور اسکے ساتھ آزمودہ کار اور خیر خواہ لوگونکو
بھیجیے تاکہ اگر اللہ ان کو غلبہ دے تو یہی
آپکا مقصود ہے اور اگر کوئی دوسری بات ہوئی
تو آپ مسلمانوں کیلیئے جائے پناہ اور انکے مرجع ہیں،

حضرت علی مرتضیٰ کے ان کلمات کو غور سے پڑھو دیکھو کیسی محبت اور اور کیسی عقیدت اُن کو حضرت عمر کے ساتھ تھی۔ چند نتائج ان کلمات کے جو دل پر نقش کرنے کے قابل ہیں حسب ذیل ہیں،

(۱) حضرت عمر حضرت علی کو اپنا مُحب مُخلص جانتے تھے مشورہ اُسی سے طلب کیا جاتا ہے جس کی محبت و اخلاص پر پورا پورا اعتماد ہو،

(۲) حضرت علی نے اُس دین کے متعلق جو حضرت عمر کا اور تمام صحابہ کا تھا فرمایا کہ اللہ اس کی عزت کا ذمہ دار ہے اور اس دین والوں کی خدا نے بے سر و سامانی میں مدد کی وہ خدا اب بھی موجود ہے معلوم ہوا کہ حضرت علی کے نزدیک حضرت عمر کا اور تمام صحابہ کا دین وہی تھا جو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم لائے تھے کیونکہ یہ سب اوصاف اُسی دین کے ہیں،

(۳) حضرت علی حضرت عمر کی ذات اقدس کو بے مثل و بے نظیر جانتے تھے اور اُن کا یہ اعتقاد تھا کہ حضرت عمر کے بعد مسلمانوں کو روئے زمین میں کہیں پناہ نہیں مل سکتی،

(۴) حضرت علی نے حضرت عمر کو مسلمانوں کا مددگار اور ملجا و ماویٰ فرمایا،

(۵) حضرت علی نے حضرت عمر کو میدان جنگ میں جانے سے روکا کہ مبادا وہ شہید نہ ہو جائیں اگر بقول شیعہ حضرت علی کو اُن سے عداوت ہوتی تو روکنے کے بجائے میدان جنگ میں جانے کی ترغیب دیتے اور اُن کی شہادت کو مسلمانوں کے لیے راحت تصور کرتے،

دوسرا مشورہ غزوۂ فارس کے متعلق

نہج البلاغہ جلد اول مطبوعہ مصر صفحہ ۲۸۳ میں ہے،

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ	جناب امیر علیہ السلام کا کلام ہے حضرت عمر بن خطاب سے
لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَقَدْ شَاوَرَهُ	جبکہ انھوں نے جناب امیر سے مشورہ لیا "ایران
فِي غَزْوَةِ الْفُرْسِ بِنَفْسِهِ	کی لڑائی میں خود اپنے جانے کے متعلق
إِنَّ هٰذَا الْأَمْرَ لَمْ يَكُنْ نَصْرُهُ	تحقیق اس کام کی فتح و شکست کثرت لشکر و
وَلَا خِذْلَانُهُ بِكَثْرَةٍ وَلَا قِلَّةٍ	قلت لشکر سے نہیں ہے اور وہ اللہ کا دین ہے
وَهُوَ دِيْنُ اللهِ الَّذِيْ أَظْهَرَهُ	جس کو اس نے (سب پر) غالب کیا اور یہ
وَجُنْدُهُ الَّذِيْ أَعَدَّهُ وَأَمَدَّهُ	اس کا لشکر ہے جس کو اس نے مہیا کیا اور بڑھایا
حَتّٰى بَلَغَ مَا بَلَغَ وَطَلَعَ حَيْثُ	یہانتک کہ پہونچا جہانتک کہ پہونچا اور طلوع ہوا

طَلَعَ وَنَحْنُ عَلٰى مَوْعُوْدٍ مِّنَ
اللّٰهِ وَاللّٰهُ مُنْجِزٌ وَعْدَهٗ وَ
نَاصِرُ جُنْدِهٖ وَمَكَانُ الْقَيِّمِ بِالْاَمْرِ
مَكَانُ النِّظَامِ مِنَ الْخَرَزِ
يَجْمَعُهٗ وَيَضُمُّهٗ فَاِنِ انْقَطَعَ
النِّظَامُ تَفَرَّقَ الْخَرَزُ وَ
ذَهَبَ ثُمَّ لَمْ يَجْتَمِعْ بِحَذَافِيْرِهٖ
اَبَدًا وَالْعَرَبُ الْيَوْمَ
وَاِنْ كَانُوْا قَلِيْلًا
فَهُمْ كَثِيْرُوْنَ بِالْاِسْلَامِ
وَعَزِيْزُوْنَ بِالْاِجْتِمَاعِ
فَكُنْ قُطْبًا وَاسْتَدِرِ
الرَّحٰى بِالْعَرَبِ وَ
اَصْلِهِمْ دُوْنَكَ نَارَ
الْحَرْبِ فَاِنَّكَ اِنْ

جہاں سے کہ طلوع ہوا، اور ہم لوگوں سے اللہ کا
وعدہ ہے، اور اللہ اپنے وعدہ کو پورا کرنیوالا ہے
اور اپنے لشکر کا مددگار ہے اور قیم بالامر یعنی
خلیفہ کی وہ حیثیت ہوتی ہے جو ہار کے دانوں
میں دھاگے کی ہوتی ہے کہ وہ دھاگا ان سب
دانوں کو جمع کیے ہوئے اور ملائے ہوئے رہتا ہے
اگر دھاگا کٹ جائے تو سب دانے منتشر و
متفرق ہو جاتے ہیں پھر کبھی اپنی پہلی وضع پر
جمع نہیں ہوتے اہل عرب آج اگرچہ کم ہیں
مگر اسلام کے سبب سے کثیر ہیں اور باہمی اتحاد کے
باعث باعزت ہیں بس آپ قطب بن جائیے
اور چکی کو عرب سے گردش دیجیے اور دوسرے
لوگوں کو آتش حرب میں ڈالیئے خود نہ پڑیئے
کیونکہ اگر آپ اس سرزمین "مدینہ" سے اٹھے
تو تمام عرب ہر چہار طرف سے آپ پر ابڑانوں

شَخَصْتَ مِنْ هٰذِهِ
الْاَرْضِ اِنْتَقَضَتْ عَلَيْكَ
الْعَرَبُ مِنْ اَطْرَافِهَا وَ
اَقْطَارِهَا حَتّٰى يَكُوْنَ
مَا تَدَعُ وَرَاءَكَ مِنَ
الْعَوْرَاتِ اَهَمَّ اِلَيْكَ
مِمَّا بَيْنَ يَدَيْكَ اِنَّ الْاَعَاجِمَ
اِنْ يَنْظُرُوْا اِلَيْكَ غَدًا يَقُوْلُوْا
هٰذَا اَصْلُ الْعَرَبِ فَاِذَا
قَطَعْتُمُوْهُ اسْتَرَحْتُمْ فَيَكُوْنُ
ذٰلِكَ اَشَدَّ لِكَلَبِهِمْ عَلَيْكَ
وَطَمَعِهِمْ فِيْكَ وَاَمَّا مَا
ذَكَرْتَ مِنْ مَسِيْرِ الْقَوْمِ لِ
قِتَالِ الْمُسْلِمِيْنَ فَاِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ
هُوَ اَكْرَهُ لِمَسِيْرِهِمْ مِنْكَ وَهُوَ

کی طرح سے) ٹوٹ پڑینگے نتیجہ یہ ہوگا کہ مدینہ
خالی ہوجائے گا (اور) اپنے پیچھے کے جن
مقامات کو آپ بے حفاظت چھوڑ دیں گے
وہ سامنے کی لڑائی سے زیادہ اہم ہوجائینگے
(پھر دوسری بات یہ ہے کہ) عجمی لوگ جب آپ کو
کل میدان جنگ میں دیکھیں گے تو کہیں گے
کہ یہ شخص عرب کی جڑ ہے اگر اسکو کاٹ ڈالو گے
تو ہمیشہ کیلئے آرام پا جاؤ گے، لہٰذا یہ خیال
اُن کے حملے کو سخت اور ان کی امیدوں کو
قوی کردے گا، باقی رہا یہ کہ جو آپ نے
ذکر کیا کہ فوج عجم مسلمانوں کے قتال کے لیے
روانہ ہو چکی ہے تو اللہ سبحانہ کو انکی یہ روانگی
آپ سے زیادہ ناپسند ہے اور وہ جس چیز کو
ناپسند کرے اسکے بدل دینے پر قادر ہے اور
جو آپ نے اُن کی کثرت بیان کی تو بات یہ ہے کہ

أقدرُ علىٰ تغييرِ ما نكرهُ وَإنَّا مَا ذَكَرْتَ
مِنْ عَدَدِهِمْ فَإنَّا لَمْ نَكُنْ نُقَاتِلُ فِيمَا مَضَىٰ
بِالْكَثْرَةِ وَإنَّمَا كُنَّا نُقَاتِلُ بِالنَّصْرِ وَالْمَعُونَةِ

ہم لوگ زمانہ گذشتہ میں اپنی کثرت کے باعث
قتال نہ کرتے تھے بلکہ خدا کی مدد پر بھروسہ
کرکے لڑتے تھے ،

(ف) حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کا یہ کلام بھی حضرت عمر فاروق اعظم کے ساتھ اُن کے اخلاص و محبت اور عقیدت کو روز روشن کی طرح ظاہر کر رہا ہے۔ چند فوائد اس کلام کے حسب ذیل ہیں،

(۱) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دین کو اللہ کا دین اور ان کے لشکر کو اللہ کا لشکر فرمایا،

(۲) حضرت عمرؓ کی جماعت میں اپنی ذات مبارک کو بھی شامل کرکے فرمایا کہ ہم لوگوں سے خدا نے فتح و نصرت کا وعدہ فرمایا ہے ،

(۳) حضرت عمرؓ کی ذات والاصفات کو مسلمانوں کا مایۂ نظام فرمایا اور فرمایا کہ یہ نظام آپ کے بعد قیامت تک پھر کبھی نہ ہوگا، اسلئے کہ آپ قیّم بالامر ہیں،

(۴) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے کے عربوں کو باوجود قلّت کے

بوجہ اسلام کے کثیر اور بوجہ باہمی اتحاد کے باعزت فرمایا معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے تک باہمی رنج و عداوت کے سب قصے غلط اور خود تراشیدہ ہیں،

(۵) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو میدان جنگ میں جانے سے یہ کہکر روکا کہ آپ کے بعد یہاں کا انتظام خراب ہو جائے گا اور دشمن لڑائی میں بڑی کوشش کرینگے اس خیال سے کہ آپ کے بعد ان کو ہمیشہ کے لیے چین مل جائے گا،

(۶) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسلمانوں کی جاں نثاری اور محبت کو بیان فرمایا،

(۷) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کی شکست اور اُن کے دشمنوں کی فتح کو خدا کا ناپسندیدہ اور مکروہ امر فرمایا،

(۸) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو زمانہ گذشتہ کے غزوات اور ان کو خدا کے الطاف و عنایات کی یاد دلاکر تسکین دی،

حدیث پنجم۔ نہج البلاغہ مطبوعہ مصر جلد اول صـــ۳۲۲ـــ میں ہے کہ جب باغیوں نے حضرت عثمان کا محاصرہ کیا تو حضرت علی نے حضرت عثمان سے جاکر کہا،

وَاللهِ مَا اَدْرِیْ مَا اَقُوْلُ	قسم اللہ کی میں نہیں جانتا کہ آپ سے کیا کہوں
لَكَ مَا اَعْرِفُ شَيْئًا تَجْهَلُهٗ	مجھے کوئی بات ایسی معلوم ہی نہیں جس سے آپ بھی
وَلَا اَدُلُّكَ عَلٰی اَمْرٍ لَّا تَعْرِفُهٗ	واقف نہوں، نہ کوئی ایسی بات آپکو بتا سکتا ہوں
مَا سَبَقْنَاكَ اِلٰی شَیْءٍ فَنُخْبِرَكَ	جس سے آپ بیخبر ہوں۔ میں آپ سے کسی بات میں
عَنْهُ وَلَا خَلَوْنَا بِشَیْءٍ فَنُبَلِّغَكَهٗ	سبقت نہیں رکھتا کہ آپ کو خبر دوں نہ میں نے
وَقَدْ رَاَيْتَ كَمَا رَاَيْنَا وَ	تنہائی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی علم
سَمِعْتَ كَمَا سَمِعْنَا وَصَحِبْتَ	حاصل کیا ہے جس کو آپ تک پہنچاؤں یقیناً آپنے
رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ	بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسیطرح دیکھا ہے
وَاٰلِهٖ كَمَا صَحِبْنَا وَمَا ابْنُ	جس طرح ہم نے دیکھا اور آپ نے بھی اُن سے
اَبِیْ قُحَافَةَ وَلَا ابْنُ الْخَطَّابِ	سُنا ہے جس طرح ہم نے سنا ہے اور آپ نے بھی
اَوْلٰی بِعَمَلِ الْحَقِّ مِنْكَ	اُنکی صحبت پائی جیسی ہم نے پائی اور ابوبکر
وَاَنْتَ اَقْرَبُ اِلٰی رَسُوْلِ اللهِ	وعمر حق پر عمل کرنے میں آپ سے زیادہ
صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَشِيْجَةَ	مستحق نہ تھے آپ بہ نسبت انکے رسول سے
رَحِمٍ مِّنْهُمَا وَنِلْتَ مِنْ	نسبی قرابت میں قریب ہیں، اور آپنے رسول کی
صِهْرِهٖ مَا لَمْ يَنَالَا،	دامادی کا شرف پایا جو ان دونوں کو نہیں ملا،

(ف) یہ کلام حضرت علی مرتضیٰ کا بہت طویل ہے بغرض اختصار پورا نقل نہیں کیا گیا جو حصہ ہم نے نقل نہیں کیا اس میں بھی حضرت عثمان کے بہت فضائل ہیں۔ بہر حال جس قدر نقل کیا گیا اس کے نتائج حسب ذیل ہیں،

(۱) حضرت علی حضرت عثمان کو علم میں اپنے برابر سمجھتے تھے،

(۲) حضرت علی کسی نیکی میں اپنے کو حضرت عثمان پر سابق نہیں سمجھتے تھے،

(۳) رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے میں اور آپ کی صحبت کے حاصل کرنے میں حضرت عثمان کو اپنا مثل قرار دیتے تھے اور یہ مثلیت اسی وقت صحیح ہو سکتی ہے کہ جس طرح حضرت علی نے ایمان کامل کے ساتھ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور صحبت اٹھائی اسی طرح حضرت عثمان نے بھی ایمان کامل کے ساتھ دیکھا ہو اور صحبت اٹھائی ہو ورنہ ظاہر ہے کہ ایک منافق یا کافر کا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھنا ایک مومن کامل الایمان کے دیکھنے کے مثل ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتا،

(۴) حضرت علی حضرت عثمان کو عمل بالحق کی اہلیت میں شیخین سے کم نہیں سمجھتے تھے

(۵) حضرت علی حضرت عثمان کو رسول کا داماد فرماتے ہیں اور یہ تاریخی

واقعہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں رقیہ اور ام کلثوم یکے بعد دیگرے حضرت عثمان کے نکاح میں آئیں کتب شیعہ سے بھی اس کا ثبوت ہوتا ہے۔ مگر شیعہ اپنے مذہب کے بنیادی اصول سے کچھ ایسے مجبور ہیں کہ ان واقعات کا صاف انکار کر دیتے ہیں اور کچھ پروا نہیں کرتے کہ اس انکار سے ان کی کتابوں پر حضرت علی کی صداقت پر کیا حرف آتا ہے، بلکہ شیعہ صاحبان نے تو یہاں تک دلیری و ہمت سے کام لیا ہے کہ بیدھڑک کہہ دیتے ہیں کہ رسول کی کوئی بیٹی سوا ایک حضرت فاطمہ کے تھی ہی نہیں حالانکہ قرآن شریف میں ہے کہ یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِاَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ یعنی اے نبی اپنی بیبیوں اور بیٹیوں سے کہہ دیجئے بنات کی لفظ جمع بنت کی ہے اور جمع عربی میں کم از کم تین پر بولی جاتی ہے لہٰذا ایک بیٹی کہنا قرآن شریف کے صریح خلاف ہے،

حدیث ششم۔ نہج البلاغہ مطبوعہ مصر جلد دوم صلہ ۱۵۲ میں ہے

حضرت علی علیہ السلام نے انصار کی مدح میں فرمایا کہ اللہ کی قسم انھوں نے اسلام کی پرورش کی	وَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ فِی مَدْحِ الْاَنْصَارِ هُمْ

وَاللّٰہِ رَبَّوا الْاِسْلَامَ	جیسے اونٹ کا چھوٹا بچہ پرورش کیا جاتا ہے
کَمَا یُرَبَّی الْفِلُوُّ مَعَ	باوجودیکہ ان کو کچھ حاجت نہ تھی اپنے سخاوت
غَنَائِھِمْ بِاَیْدِیْھِمُ السِّبَاطِ	والے ہاتھوں، اور اپنی دراز زبانوں سے
وَاَلْسِنَتِھِمُ السِّلَاطِ	(انھوں نے اسلام کی مدد کی)

(ف) حضرت علی مرتضیٰ انصار کو اسلام کا پرورش کرنے والا اور بالفاظ دیگر اسلام کا پروردگار فرما رہے ہیں مگر شیعہ ہیں کہ انصار سے بغض و عداوت کو جزو ایمان بنائے ہوئے ہیں،

حدیث ہفتم - یہاں تک تو حضرت علی کے اقوال تینوں خلیفہ کے متعلق تھے جن کی شان بہت اعلیٰ وارفع ہے حضرت علی نے تو حضرت معاویہ اور انکے ساتھیوں کی بابت (جو حضرت علی سے جنگ صفین میں لڑے تھے) مومن کامل ہونے کی گواہی دی اور اپنی گواہی کو گشتی فرمان کی صورت میں لکھ کر تمام شہروں میں شایع کیا، نہج البلاغہ جلد دوم صفحہ ۱۱۸ میں ہے،

وَمِنْ کِتَابٍ لَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ	جناب امیر علیہ السلام کے فرمان سے ہے

كَتَبَهُ إِلَى أَهْلِ الْأَمْصَارِ
يَقْتَصُّ فِيهِ مَا جَرَى بَيْنَهُ
وَبَيْنَ أَهْلِ صِفِّينَ ۔
وَكَانَ بَدْءُ أَمْرِنَا أَنَّا الْتَقَيْنَا
وَالْقَوْمُ مِنْ أَهْلِ الشَّامِ وَ
الظَّاهِرُ أَنَّ رَبَّنَا وَاحِدٌ وَ
نَبِيَّنَا وَاحِدٌ وَدَعْوَتَنَا فِي
الْإِسْلَامِ وَاحِدٌ لَا نَسْتَزِيدُهُمْ
فِي الْإِيمَانِ بِاللّٰهِ وَالتَّصْدِيقِ
بِرَسُولِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
وَلَا يَسْتَزِيدُونَنَا فَالْأَمْرُ وَاحِدٌ
إِلَّا مَا اخْتَلَفْنَا فِيهِ مِنْ دَمِ عُثْمَانَ
وَنَحْنُ مِنْهُ بَرَاءٌ ۔

جس کو آپ نے تمام ممالک میں روانہ فرمایا تھا
اس فرمان میں جناب امیر ان واقعات کو بیان کرتے ہیں
جو انکے اور اہل صفین کے درمیان واقع ہوئے،
اور ابتدا ہمارے واقعات کی یہ ہوئی کہ ہم میں
اور اہل شام میں جنگ ہوئی اور ظاہر ہو کہ ہمارا
اور انکا رب ایک، ہمارا انکا نبی ایک، اور
ہماری اُن کی دعوت اسلام میں ایک ہے،
نہ ہم ایمان باللہ اور تصدیق بالرسول میں
ان سے زیادہ اور نہ وہ ہم سے زیادہ
پس معاملہ ہمارا اور ان کا ایک ہے صرف
خون عثمان کے بارے میں ہمارا اور اُن کا
اختلاف پڑ گیا تھا حالانکہ خدا کی قسم ہم اس سے
بالکل پاک و صاف ہوں،

(ف) اس گشتی فرمان کو غور سے دیکھو حضرت علی نے اپنا اور اپنے مقابلین کا

مذہبی اتحاد کس قدر کامل طور پر بیان فرمایا ہے کہ اپنا اور اُن کا ایمان یکساں قرار دیا اور اس امر کی بھی تصریح کر دی کہ سوا خون عثمان کے اور کسی بات میں ہمارا اُن کا اختلاف نہیں ہے۔

اس تصریح کے بعد حضرت معاویہ اور اُن کے ساتھیوں کے متعلق وہ ناپاک خیالات رکھنا جن کی مذہب شیعہ تعلیم دیتا ہے حضرت علی مرتضیٰ کی اطاعت ہے یا بغاوت اس کا فیصلہ ہر شخص کر سکتا ہے،

حدیث ہشتم حضرت علی مرتضیٰ نے صرف کہنے یا لکھنے پر قناعت نہیں کی بلکہ اپنے عمل سے بھی مذہب شیعہ کے باطل ہونے پر ایسی روشن حجت قائم فرما دی کہ آج ان کا وہ عمل تاریخ کے واقعات قطعیہ کی صورت میں ہمارے سامنے ہے کوئی روایت از قسم احاد نہیں ہے جس کی صحت و عدم صحت کی بحث کی جا سکے میں اس وقت چار واقعات اُنکے عمل کے پیش کرتا ہوں جن کا انکار تمام دنیا کے شیعہ مولوی مل کر بھی نہیں کر سکتے،

واقعۂ اول

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تینوں خلفا کے ہاتھ پر بعیت کی

اُن کے کاموں میں شریک رہے اُن کے پیچھے مقتدی بن کر پانچوں وقت کی نماز پڑھتے رہے ؛

یہ واقعات کتب شیعہ میں بھی منقول ہیں۔ ہر کام میں شریک رہنے کا ثبوت تو انھیں مخلصانہ اور معتقدانہ مشوروں سے ہوتا ہے جو حضرت علی وقتاً فوقتاً اُن کو دیا کرتے تھے جیسا کہ کئی مشورے بحوالہ نہج البلاغہ اس رسالہ میں درج ہو چکے ؛

رہا بیعت کا ثبوت اس کے لیے حسب ذیل حوالے ملاحظہ ہوں

کتاب اِحتجاج طبرسی مطبوعہ ایران صفحہ ۴۸ میں ہے ؛

ثُمَّ نَادٰی قَبْلَ اَنْ یُبَایِعَ یَا ابْنَ اُمِّ اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِیْ وَ کَادُوْا یَقْتُلُوْنَنِیْ ثُمَّ تَنَاوَلَ یَدَ	پھر حضرت علی نے پکارا کہ اے[1] میری ماں کے لڑکے تحقیق مجھے قوم نے کمزور سمجھا ہے اور قریب ہے کہ مجھے قتل کردیں اس کے بعد حضرت علی نے

[1] یہ خطاب حضرت علی کا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ یہ اقتباس ہے ایک آیت قرآنی کا جس میں حضرت ہارون کا مقولہ بخطاب حضرت موسیٰ نقل کیا گیا ہے حضرت ہارون کا کہنا تو صحیح تھا حضرت موسیٰ درحقیقت اُن کی ماں کے بیٹے یعنی اُن کے حقیقی بھائی تھے لیکن حضرت علی نے اگر ایسا کہا تو قطعاً غلط ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُنکے حقیقی بھائی نہ تھے۔

اَبِیْ بَکْرٍ فَبَایَعَہٗ ۔ | ابوبکر کا ہاتھ لیا اور ان سے بیعت کرلی۔

نیز روضہ کافی مطبوعہ نولکشور صـ۱۱۵ـ میں ہے،

حَتّٰی جَاءُوْا بِاَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ فَبَایَعَ مُکْرَھًا ،	یہاں تک کہ لوگ امیرالمومنین کو لائے اور اُنھوں نے مجبور رہو کر بیعت کرلی،

نیز روضہ کافی صـ۱۲۹ـ میں امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ

فَلِذٰلِكَ كَتَمَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَمْرَهٗ وَبَايَعَ مُكْرَهًا حَيْثُ لَمْ يَجِدْ اَعْوَانًا ،	اسی وجہ سے علی علیہ السلام نے اپنی امامت کا معاملہ پوشیدہ رکھا اور مجبور ہو کر بیعت کرلی کیونکہ انکو مددگار نہ ملے،

(ف) ان دونوں روایتوں میں حضرت علی کا بیعت کرنا تو واقعہ ہے اور یہ ضمیمہ کہ حضرت علی نے یہ کہہ کر بیعت کی کہ لوگ مجھے مارے ڈالتے ہیں شیعوں کی تصنیف ہے شاید شیعوں سے خلوت خاص میں حضرت علی نے کہدیا ہو کہ میں نے یہ جملہ چپکے سے کہہ لیا تھا اس کے بعد بیعت کی تھی بہرحال یہ ضمیمہ واقعہ نہیں اور سراسر عقل کے خلاف ہے جب ایک شخص ظالموں کے پنجہ میں ایسا بے بس ہو کہ اُس کو اپنے ضمیر کے خلاف کام کرنا پڑے تو اس میں اتنی جرات ہرگز نہیں ہوسکتی کہ اُن ظالموں کے

خلاف لب کشائی کرے،

دوسری بات یہ ہے کہ تمام علمائے شیعہ اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت علی اپنے زمانۂ خلافت میں بھی شیخین یعنی حضرت ابوبکر و عمر کے خلاف[۱] لب کشائی نہ کر سکتے تھے، اور نہیں کی پھر بھلا عقل کس طرح باور کر سکتی ہے

---

[۱] چنانچہ شیعہ صاحبوں نے خود حضرت علی کی زبان سے عہد خلافت میں انکی معذوری و نقاب تقیہ میں روپوشی کا قصہ نقل کیا ہے روضہ کافی مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۲۹ میں روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علی نے خلوت خاص میں شیعوں سے فرمایا کہ دیکھو مجھ سے پہلے خلفاء نے بہت سی بیدینی کی باتیں رائج کر دی تھیں اسکے بعد کچھ بیدینیاں انکی مثل غصب فدک و مسح خفین وغیرہ وغیرہ کا تذکرہ فرماکر کہا کہ میں ان باتوں کی اصلاح کی قدرت نہیں رکھتا۔ ایک دفعہ میں نے تراویح کو منع کیا کہ یہ بدعت ہے تو میری لشکر کے لوگ جو میرے ساتھ جہاد میں شریک ہوتے ہیں یہ شور کرنے لگے کہ دیکھو یہ شخص عمر کی سنت سے ہم کو روکتا ہے۔ غرضکہ میں کچھ نہیں کہہ سکتا ورنہ میرا لشکر مجھ سے جدا ہو جائے،

یہ روایت تو حضرت علی کی زبانی ہے اسکے علاوہ علمائے شیعہ کی تصریحات بکثرت ہیں کہ حضرت علی اپنے زمانہ خلافت میں بھی اپنے اصلی مذہب کے اظہار کی قدرت نہ رکھتے تھے ازانجملہ قاضی نور اللہ شوستری جنکو شیعہ شہید ثالث کہتے ہیں اپنی کتاب احقاق الحق میں (علامہ ابن روزبہان کے اس بے پناہ گرفت کے جواب میں کہ اگر متعہ حلال تھا اور حضرت عمر نے اپنی رائے سے اسکو حرام کر دیا تو حضرت علی نے اپنے عہد خلافت میں متعہ کے حلال ہونے کا فتویٰ کیوں نہ دیا) لکھتے ہیں کہ جناب امیر اپنے عہد خلافت میں شیخین کے خلاف کوئی بات نہیں کہہ سکتے تھے کیونکہ جتنے لوگوں نے حضرت علی سے بیعت کی تھی وہ سب کے سب ان کے دشمنوں کے شیعہ تھے حضرت علی کو خلافت برائے نام ملی تھی درحقیقت انکو خلافت ملی ہی نہیں۔

کہ وہ اُن کے سامنے رو در رو اُن کو ظالم بتاتے اور پھر بیعت بھی کرتے،
الحاصل حضرت علی کا بیعت کرنا ایک قطعی واقعہ ہے جس سے یقیناً
ہم اِس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ اگر حضرت علی حضرات خلفائے ثلاثہ کو دشمن دین
اور ظالم جانتے یا اُن کی خلافت کو ناجائز سمجھتے جیسا کہ مذہب شیعہ کا بیان ہو
تو ہرگز ممکن نہ تھا کہ حضرت علی کا جیسا دیندار اور دلاور اُن کے ہاتھ پر
بیعت کرتا حضرت علی کے فرزند حضرت حسین کا واقعۂ کربلا سبق سیکھنے
کیلئے کافی ہے کہ ایک فاسق کے ہاتھ پر بیعت نہ کی اور اپنی آنکھوں کے
سامنے تمام خاندان کو کٹوا دیا اور خود بھی جان دیدی بھلا جس کے
بیٹے کی استقامت و حمیت کا یہ حال ہو اس کے باپ کی نسبت یہ گمان
ہو سکتا ہے کہ اس نے بخوف جان یا بطمع دنیا ظالموں غاصبوں کے
ہاتھ پر بیعت کرلی۔ حاشا ثم حاشا،
ایک لطیفہ۔ اِس مقام کے مناسب ایک لطیفہ بھی خوب ہی وہ یہ کہ
"مصباح الظلم" کے مصنف جناب نواب مولوی امداد امام صاحب جنکی

تحقیقات پر شیعوں کو بڑا ناز ہے حضرت علی کی بیعت کے معاملہ میں ایک نئی راہ اختیار کرتے ہیں اور اسی میں شیعوں کی گلوخلاصی تصور فرماتے ہیں یعنی مسلّم الکل واقعات اور اپنی مستند روایات اور اپنے علما کے اجماعیات سب سے آنکھ بند کر کے حضرت علی کی بیعت کا انکار کر کے آفتاب پر خاک ڈالنا چاہتے ہیں،

چنانچہ مصباح الظلم صہ میں لکھتے ہیں "بہر حال جب علی سے بیعت کیلئے ارشاد کیا گیا تو علی نے بیعت نہیں کی۔ اہل سنت کہتے ہیں کہ علی نے بی بی فاطمہ کی رحلت کے بعد بیعت[1] کی مگر شیعہ بیعت سے تمامتر انکار رکھتے ہیں"

---

[1] یہ اہلسنت پر افترا ہے اہلسنت ہرگز اسکے قائل نہیں بلکہ اہلسنت کے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ حضرت علی نے ذرا بھی توقف بیعت صدیقی میں نہیں کیا بعض روایات میں جو توقف تین دن کا یا چھ ماہ کا منقول ہے علمائے اہلسنت نے لکھا ہے کہ یا تو یہ روایات معلول ہیں یا ماوّل اور تاویل یہ بیان کی ہے کہ حضرت علی نے کئی بار بیعت کی اور یہ تکرار بیعت محض اسلیئے تھی کہ فتنہ رفض کا انتساب انکی طرف نہو سکے فتنہ رفض کی خبر بطور پیشنگوئی کے رسولخدا صلعم سے وہ سن چکے تھے اور یہ بھی سن چکے تھے کہ وہ لوگ اپنے کو ہماری طرف منسوب کرینگے اسلیئے حضرت علی نے بڑا اہتمام اس امر کا کیا کہ یہ اُن کی طرف منسوب نہو سکے۔

(۱) اس جرأت و ہمت پر نواب صاحب کی جس قدر تعریف کی جائے کم ہے کہ آپنے تمام شیعوں کو منکر بیعت قرار دیدیا حالانکہ کتب شیعہ میں ہزاروں اقوال موجود ہیں جن میں بلا اختلاف حضرت علی کی بیعت کو تسلیم کیا گیا ہے۔ اقوال علمائے کے علاوہ ائمہ معصومین سے ارشادات بھی اس کے متعلق کتب شیعہ میں ہیں جیسا کہ احتجاج اور کافی جیسی مستند کتابوں کی روایات اوپر نقل ہو چکیں،

(۲) نواب صاحب نے حضرت علی کی بیعت کا انکار تو کر دیا اور انکار کی وجہ بھی بڑی خوشگوار بیان کر دی کہ حضرت علی معدن صدق وصفا تھے انکا کیرکٹر اس بات کو مقتضی نہ تھا کہ جسکے ہاتھ پر بیعت کرتے پھر وقت پاکر اُس کے خلاف زہر اُگلتے۔ مگر افسوس ہے کہ نواب صاحب نے اس مضمون کے لکھتے وقت دو ضروری باتوں سے چشم پوشی فرمائی اول یہ کہ ان کی مستند روایات میں حضرت علی کی بیعت مذکور ہے گو جبراً ہی سہی اسکا کیا جواب ہے؟ دوسرے

پھر اسی صفحے میں لکھتے ہیں "حضرت علی کا کیرکٹر یعنی انداز طبیعت ہرگز اس کا مقتضی نہیں ہو سکتا کہ حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر آپ بیعت کرتے اور پھر سوقت پاکر حضرت ابوبکر کی خلافت کو بالکل تیرہ و تار قرار دیتے۔"

پھر اسی صفحے میں لکھتے ہیں۔ "جس شخص نے حضرت علی کے اطوار پر نظر ڈالی ہے وہ بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ آپ سراسر معدن صدق و صفا تھے اور آپ ہرگز ایسے نہ تھے کہ حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت فرماتے اور پھر حضرت ابوبکر کے خلاف میں کسی وقت بیزاری کے الفاظ زبان پر لاتے پس اس معاملۂ بیعت پر لحاظ کرنے سے صاف ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خاتون جنت علیہا الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد بھی حضرت علی نے حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت نہ کی تھی۔"

اس کے جواب میں نواب صاحب کی خدمت میں چند ضروری امور قابل گذارش ہیں۔

یہ کہ حضرت علی نے وقت کب پایا جو زہر اُگلتے آپ کے علمائے تصریح کی ہے اور ائمہ معصومین کے بلکہ خود حضرت علی کے ارشادات آپ کی معتبر کتب میں موجود ہیں کہ حضرت علی اپنے زمانہ خلافت میں بھی پابند تقیہ تھے اور شیخین کے خلاف ایک حرف بھی زبان سے نہیں نکال سکتے تھے،

(۳) نواب صاحب جو یہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی نے حضرت صدیق کے خلاف کبھی کچھ کہا اس کا کیا ثبوت نواب صاحب کے پاس ہے میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ خود اپنی کتابوں سے بھی کوئی قابل توجہ ثبوت اس کا قیامت تک کوئی شیعہ پیش نہیں کر سکتا،

پھر اگر بالفرض شیعوں کی کسی خانہ ساز روایت میں حضرت علی کی زبان سے حضرت صدیق کے خلاف کوئی لفظ منقول ہو اور وہ روایت صحیح تسلیم کر لی جائے تو یہ بے انصافی اور جہالت کس طرح جائز ہو سکتی ہے کہ حضرت علی کا بیعت کرنا تو ایک واقعہ ہے

روایت کے مقابلے میں واقعے کی تکذیب کردی جائے، ہونا یہ چاہیئے کہ واقعہ کے مقابلے میں روایات کو ردی کی ٹوکری میں ڈال دیا جائے، اگر واقعی شیعہ صاحبان حضرت علی کو معدن صدق و صفا سمجھتے تو کبھی ان کو تقیہ باز نہ کہتے اور جس کے ہاتھ پر حضرت علی کا بیعت کرنا قطعی طور پر ثابت ہوچکا ہے اس کے خلاف حضرت علی سے کوئی شخص روایت کرتا تو اس روایت کو راوی کے منہ پر مار دیتے،

اب باقی رہا حضرت علی کا مقتدی بن کر خلفاء کے پیچھے نماز پڑھنا تو یہ بھی ایک ایسا واقعہ ہے کہ عقل اس کو ضروری قرار دیتی ہے ایسے واقعات کیلئے نقل کی ضرورت نہیں ہوتی، ہاں جو شخص ایسے واقعات کا منکر ہو تو چونکہ وہ ظاہر حال کے خلاف کا قائل ہے لہذا بار ثبوت اُس کے ذمے ہوتا ہے مگر خدا کی قدرت ہے کہ کتب شیعہ میں اس کی نقل بھی موجود ہے،

کتاب اِحتجاج طبرسی مطبوعہ ایران ص۵۳ میں ہے،

ثُمَّ قَامَ وَتَهَيَّأَ لِلصَّلٰوةِ وَحَضَرَ الْمَسْجِدَ وَصَلّٰى خَلْفَ اَبِیْ بَکْرٍ۔	پھر حضرت علیؑ کھڑے ہوئے اور نماز کے لیے تیاری کی اور مسجد میں حاضر ہوئے اور ابوبکر کے پیچھے نماز پڑھی۔

یہی روایت کتاب الخرائج مطبوعہ بمبئی ص۱۲۲ میں بھی موجود ہے،

(ف) کوئی یہ خیال نہ کرے کہ اس روایت سے حضرت ایک مرتبہ نماز پڑھنا ثابت ہوتا ہے نہ کہ ہمیشہ، اس لیے کہ کتاب احتجاج کے صفحہ مذکور میں پورا واقعہ جو مذکور ہے وہ یہ ہے کہ حضرت صدیق نے حضرت خالد کو حکم دیا کہ تم علی کو قتل کر دو حضرت خالد نے پوچھا کہ اس کا موقع کس وقت مل سکتا ہے حضرت صدیق نے فرمایا کہ مسجد میں بیٹھو۔ اور جماعت میں علی کے پاس کھڑے ہو جانا اس سے بہتر کوئی موقع نہیں اصل الفاظ احتجاج کے یہ ہیں۔

قَالَ خَالِدٌ مَتٰی اَقْتُلُهٗ قَالَ اَبُوْبَکْرٍ اُحْضُرِ الْمَسْجِدَ وَقُمْ بِجَنْبِهٖ	خالد نے پوچھا کہ کس وقت علی کو قتل کروں؟ ابوبکر نے کہا مسجد میں حاضر رہو اور نماز میں علی کے

فی الصلوٰۃ - | پہلو میں کھڑے ہو۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہمیشہ پنجوقتہ حضرت علی کا مسجد میں آنا
اور شریک جماعت ہونا معمول تھا،

واقعۂ دُوم

حضرت علی مرتضیٰ کا اپنی صاحبزادی اُم کلثوم کا جو حضرت فاطمہ کے
بطن مبارک سے تھیں یعنی رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی نواسی تھیں
حضرت فاروق اعظم کے نکاح میں دینا۔ یہ نکاح ایک تاریخی واقعہ ہے
کوئی روایت نہیں ہے سُنّی شیعہ دونوں کی اعلیٰ ترین مستند کتابوں
میں اس واقعہ کا تذکرہ ہے سُنّیوں کی سب سے بڑی مستند کتاب
صحیح بخاری کتاب الجہاد باب حمل النساء القرب میں اس نکاح کا تذکرہ
اس طور پر ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کچھ چادریں
مدینہ کی بعض عورتوں کو تقسیم کیں، ایک نفیس چادر بچ گئی تو کسی نے

اُن سے کہا کہ

اَعْطِ هٰذَا ابْنَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِيْ عِنْدَكَ يُرِيْدُوْنَ اُمَّ كُلْثُوْمِ بِنْتَ عَلِيٍّ	یہ چادر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کو جو آپ کے نکاح میں ہیں دے دیجئے۔ مراد اس سے ام کلثوم بنت علی تھیں،

حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری شرح بخاری میں لکھتے ہیں کہ یریدون ام کلثوم کان عمر قد تزوج ام کلثوم بنت علی وامها فاطمة ولهذا قالوا لها بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم وكانت قد ولدت فی حیاته وهی اصغر بنات فاطمة علیها السلام۔ ترجمہ ام کلثوم بنت علی سے حضرت عمر نے نکاح کیا تھا۔ ام کلثوم کی ماں حضرت فاطمہ تھیں اسی وجہ سے لوگوں نے

لے مگر حضرت عمر نے اس کو قبول نہ کیا اور آپ نے فرمایا کہ نہیں اس چادر کی حق دار ام سلیط صحابیہ ہیں جو غزوات نبویہ میں مجاہدوں کو پانی پلایا کرتی تھیں۔ درحقیقت حضرت ام کلثوم کو دینا گویا اپنے ہی گھر میں رکھ لینا تھا یہ بات فاروقی زہد و عدالت کے خلاف تھی

اُن کو رسول اللہ کی صاحبزادی کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں پیدا ہوئی تھیں اور حضرت فاطمہ کی سب سے چھوٹی لڑکی تھیں، اور شیعوں کی سب سے اقدم واعلیٰ کتاب کافی میں تو ایک خاص مستقل باب اس عنوان سے ہے باب تزویج ام کلثوم اسی باب کی دو ایک روایتیں ملاحظہ ہوں،

"فروع کافی" جلد دوم صـ ۱۴۱ میں ہے،

عَنْ زُرَارَةَ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ فِیْ تَزْوِیْجِ اُمِّ کُلْثُوْمٍ فَقَالَ ذٰلِكَ فَرْجٌ غُصِبْنَاهُ	زرارہ نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے نکاح ام کلثوم کے متعلق روایت کیا ہے کہ امام نے فرمایا وہ ایک شرمگاہ تھی جو ہم سے چھین لی گئی،

ایک دوسری روایت اسی صفحے میں اور ہے،

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَالَ لَمَّا خَطَبَ اِلَیْهِ قَالَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ اِنَّهَا صَبِیَّةٌ	امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب اُم کلثوم کیلیے حضرت عمر نے امیر المومنین کو پیغام دیا تو امیر المومنین نے فرمایا کہ وہ ابھی

قَالَ فَلَقِيَ الْعَبَّاسَ فَقَالَ
لَهُ مَالِي أَبِي بَاسٌ قَالَ
وَمَا ذَاكَ قَالَ خَطَبْتُ
إِلَى ابْنِ أَخِيكَ
فَرَدَّنِي أَمَا وَاللّٰهِ
لَأُعَوِّدَنَّ زَمْزَمَ وَلَا
أَدَعُ لَكُمْ مَكْرُمَةً إِلَّا
هَدَمْتُهَا وَلَأُقِيمَنَّ عَلَيْهِ
شَاهِدَيْنِ بِأَنَّهُ سَرَقَ
وَلَأَقْطَعَنَّ يَمِينَهُ فَأَتَاهُ
الْعَبَّاسُ فَأَخْبَرَهُ وَ
سَأَلَهُ أَنْ يَجْعَلَ الْأَمْرَ
إِلَيْهِ فَجَعَلَهُ إِلَيْهِ

کمسن بچی ہے امام فرماتے ہیں کہ پھر عمر رض
عباس سے ملے اور ان سے کہا کیا مجھ میں
کوئی عیب ہے؟ عباس نے کہا یہ کیا بات ہے
تو عمر نے کہا میں نے تمہارے بھتیجے علی کو
نکاح کا پیغام بھیجا تھا انھوں نے مجھ سے
انکار کر دیا، اللہ کی قسم میں زمزم کی تولیت
تم سے واپس لے لوں گا۔ اور تم لوگوں کی
عزت کی کوئی چیز باقی نہ رکھوں گا اور علی پر
دو گواہ بناؤں گا کہ انھوں نے چوری کی
اور ان کا داہنا ہاتھ کٹوا دونگا۔ پس عباس
علی کے پاس آئے اور یہ خبر ان سے بیان کی
اور ان سے درخواست کی کہ اس کام کا اختیار
مجھے دیدو۔ چنانچہ امیر المومنین نے ان کو اختیار دیدیا

نیز فروع کافی کی اسی جلد کے صـ۳۱۱ میں ہے،

عربی	ترجمہ
عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ خَالِدٍ قَالَ	سلیمان بن خالد سے روایت ہے کہ وہ
سَأَلْتُ اَبَا عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ	کہتے ہیں میں نے امام جعفر صادق
السَّلَامُ عَنِ امْرَأَةٍ تُوُفِّيَ	علیہ السّلام سے ایک عورت کے متعلق
عَنْهَا زَوْجُهَا اَيْنَ تَعْتَدُّ	پوچھا جس کا شوہر مر گیا تھا کہ وہ کہاں
فِي بَيْتِ زَوْجِهَا اَوْ حَيْثُ	عدت بیٹھے، اپنے شوہر کے گھر یا جہاں
شَاءَتْ قَالَ بَلْ حَيْثُ	چاہے؟ امام نے فرمایا بلکہ جہاں
شَاءَتْ ثُمَّ قَالَ اِنَّ عَلِيًّا	چاہے، اس کے بعد فرمایا بہ تحقیق علی
صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْهِ لَمَّا مَاتَ	صلوات اللہ علیہ عمر کی وفات کے بعد
عُمَرُ اَتٰى اُمَّ كُلْثُومٍ فَاَخَذَ	اُم کلثوم کے پاس گئے اور اُن کا ہاتھ
بِيَدِهَا فَانْطَلَقَ بِهَا اِلٰى بَيْتِهٖ	پکڑ کر اپنے گھر لے آئے،

یہ روایات شیعوں کے اصول اربعہ میں جو کتاب سب سے مستند ہے اسی کی ہیں ان تینوں روایات سے یہ تو معلوم ہو گیا کہ نکاح ہوا تھا

اب رہا یہ کہنا کہ یہ نکاح جبراً ہوا تھا حضرت علی کو اور عباس کو دھمکی دیکر غاصبانہ طور پر لڑکی لے لی گئی جیسا کہ اوپر کی روایتوں میں بیان ہوا یہ محض شیعہ راویوں کی خوش اعتقادی کا نتیجہ ہے اگر حضرت علی کی بزدلی اور بے حمیتی کا یہی حال تھا کہ جو کام ایک چمار ایک بھنگی سے بھی اگر کرانا چاہو تو نہ کرے اور جان دینے اور لینے پر تیار ہو جائے حضرت علی نے وہ کام بھی کر ڈالا یعنی اپنی لڑکی ایک شخص کے ناجائز تصرف میں دے دی تو پھر اُن کی شجاعت کا راگ کیوں گاتے ہو اور ان کو اسد اللہ الغالب کیوں کہتے ہو،

باچنیں وہم وظن زنا دانی | اسد اللہ غالبش خوانی

اب ایک بات باقی رہ گئی کہ ان روایات سے ام کلثوم زوجہ حضرت عمر کا بنت علی ہونا تو ثابت ہو گیا مگر بنت فاطمہ ہونا ثابت نہ ہوا لہذا اس کا ثبوت بھی کتب شیعہ سے ملاحظہ ہو،

"تاریخ طراز مذہب مظفری" میں (جس کا مصنف مورخ "ناسخ التواریخ" کا

خلف الرشید اور رکن سلطنت ایران تھا) ایک مستقل باب ہے جس کا
عنوان یہ ہے "حکایت تزویج ام کلثوم با عمر بن خطاب"۔ یہ باب
تاریخ مذکور مطبوعہ ایران میں ص۴۱ سے شروع ہو کر ص۶۷ پر ختم ہوا ہے
اسی باب کے چند منقولات ملاحظہ ہوں،

جناب ام کلثوم کبرے دختر فاطمہ
زہرا در سرائے عمر بن خطاب بود واز
وے فرزند بیاورد چنانکہ مذکور گشت
وچوں عمر مقتول شد محمد بن جعفر بن
ابی طالب ورا در حبالہ نکاح در آورد

جناب ام کلثوم حضرت فاطمہ زہرا کی بیٹی
عمر بن خطاب کے گھر میں تھیں اور حضرت عمر سے
انکی اولاد بھی ہوئی جیسا کہ بیان ہو چکا،
اور جب عمر قتل کیے گئے تو محمد بن جعفر بن
ابی طالب ان کو اپنے نکاح میں لائے

پھر اسی تاریخ میں ایک بحث یہ کی ہے کہ حضرت فاطمہ کی صاحبزادیوں
کی اولاد بھی رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی اولاد کہی جا سکتی ہے یا نہیں
اس بحث میں لکھا ہے

اما گفتہ اند از خصائص رسول خدا

لیکن علمائے کہا ہے کہ یہ خصوصیت رسول خدا

صلے اللہ علیہ وآلہ ست کہ فرزندان
فاطمہ سلام اللہ علیہا را با آنحضرت
نسبت دہند لاکن در حق دختران
دخترش این عنوان را جاری ندانستہ
اندلیس جریانِ امر در حقِ ایشان
بر قانون شرع ست درین کہ ولد
در نسب با پدر میرود نہ بمادر
بہمین سبب گویند پسر شریف را
اگر پدرش شریف نباشد شریف
نمی خوانند پس فرزندان فاطمہؓ
برسولِ خدا منسوب و اولادِ حسن
وحسین با ایشان و آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم منسوب باشند و فرزندان خواہران

صلے اللہ علیہ وآلہ کی سب ہے کہ حضرت فاطمہ
سلام اللہ علیہا کی اولاد کو آنحضرت کی
اولاد کہتے ہیں لیکن حضرت فاطمہ کی دختر
کی دختر کے حق میں یہ مسالہ جاری نہیں کیا ہی
اُن کے حق میں وہی عام حکم ہے جو قانون
شرع کے موافق ہی کہ اولاد کا نسب
باپ کی طرف سے لیا جاتا ہی نہ ماں کی طرف سے
اسی وجہ سے اگر کسی شخص کا باپ شریف نہو
تو اس کو شریف نہیں کہتے پس حضرت
فاطمہ کی اولاد تو رسول خدا کی اولاد
کہی جائے گی اور حسنین کی اولاد
حسنین کی اور رسول خدا صلے اللہ علیہ
وآلہ کی اولاد کہی جائیگی اور حسنینؑ کی بہنوں

ایشاں زینب خاتون وام کلثوم	یعنی زینب اور ام کلثوم کی اولاد اپنے
به پدرانِ خود عبداللہ بن جعفر و عمر	باپ عبداللہ بن جعفر اور عمر بن خطاب کی
بن خطاب نسبت برند نہ بکادرونہ	طرف منسوب ہوگی، نہ اپنی ماں کی طرف
برسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ زیراکہ	اور نہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ کی طرف
ایشاں فرزندانِ دخترِ بنتِ آنحضرت	کیونکہ یہ آنحضرت کی لڑکی کی لڑکی کی اولاد
ہستند نہ فرزندان دختر ش،	ہیں نہ آپ کی لڑکی کے لڑکوں کی

حضرت علی مرتضےٰ نے یہ نکاح غالبًا اسی لئے کیا کہ یہ ایک واقعہ کی حیثیت اختیار کرکے تاریخِ عالم میں ثبت رہے گا اور میری طرف مذہب شیعہ کا انتساب نہ ہو سکے گا،

واقعی اس نکاح نے مذہب شیعہ کے تمام ساختہ پرداختہ افسانوں کو خاک میں ملا دیا کیونکہ اس نکاح سے حضرت عمر کا مومن صالح ہونا بھی ثابت ہو گیا اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ حضرت علی مرتضےٰ کے اور انکے درمیان میں کسی قسم کی رنجش و عداوت نہ تھی بلکہ باہم نہایت خوشگوار تعلقات تھے،

شیعہ صاحبان اس نکاح کے متعلق سخت حیران ہیں کہ کیا تاویل کریں
کوئی صاحب تو فرماتے ہیں کہ یہ نکاح جبراً ہوا تھا جیسا کہ کافی کی روایات
میں ہے۔ کوئی صاحب فرماتے ہیں کہ وہ ام کلثوم بنت ابی بکر تھیں
جن کا نکاح حضرت عمر سے ہوا تھا لیکن اگر ایسا ہوتا تو اس میں کیا
اہمیت تھی جو شیعوں کے امام المحدثین نے اس کا ایک خاص باب
قائم کیا، دوسرے یہ کہ امام جعفر صادق یہ کیوں کہتے کہ یہ شرمگاہ ہم سے
غصب کی گئی، کوئی صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت علی نے بزور اعجاز
ایک جنیہ کو بشکل ام کلثوم متشکل کر کے حضرت عمر کے نکاح میں دیدیا
اور اصلی ام کلثوم کو حضرت عمر کی زندگی بھر لوگوں کی نظر سے غائب
رکھا غرضکہ جتنے منہ اتنی باتیں مگر کوئی بات بنائے نہیں بنتی،
یہ نکاح اُن واقعات قطعیہ میں سے ہے جن سے مجتہدین شیعہ نے
مسائل شرعیہ کا استنباط کیا ہے چنانچہ مسالک شرح شرائع الاسلام میں
جو شیعہ مذہب کی مشہور و مستند کتاب فقہ کی ہے لکھا ہے

يَجُوْزُ نِكَاحُ الْعَرَبِيَّةِ بِالْعَجَمِيِّ	عربی عورت کا نکاح عجمی مرد کے ساتھ اور
وَالْهَاشِمِيَّةِ بِغَيْرِ الْهَاشِمِيِّ	ہاشمی عورت کا نکاح غیر ہاشمی مرد کے ساتھ
كَمَا زَوَّجَ عَلِيٌّ بِنْتَهُ أُمَّ كُلْثُوْمٍ	جائز ہے جیسا کہ حضرت علی نے اپنی دختر
مِنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ	ام کلثوم کا نکاح عمر بن خطاب کے ساتھ کیا تھا

واقعہ سوم

حضرت علی کا حضرات خلفائے ثلثہ سے جنگ نہ کرنا جیسے حضرت طلحہ و زبیر یا حضرت معاویہ سے کی۔ یہ واقعہ ہے جس کا کوئی شیعہ انکار نہیں کر سکتا، کوئی نہیں کہہ سکتا کہ جنگ کی، یہ جنگ نہ کرنا ایک بڑی زبردست ضرب مذہب شیعہ پر ہے کیونکہ مذہب شیعہ نے جو مظالم حضرات خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے بیان کیے ہیں کہ انھوں نے خلافت غصب کر لی فدک غصب کر لیا حضرت فاطمہ کو مارا پیٹا۔ حمل گرا یا حتی کہ اسی ضرب شدید سے ان کی وفات ہو گئی۔ قرآن میں تحریف کر دی دینِ الٰہی کو

درہم برہم کر دیا۔ متعہ جیسی عظیم الشان عبادت کو حرام کر دیا۔ نماز تراویح جیسے بدترین گناہ کو رواج دیا۔ حضرت علی کی گردن میں رسّی ڈال کر پکڑ بلایا۔ اُن سے جبرًا بیعت لی۔ زبردستی ان کی لڑکی چھین لی اور اس سے ناجائز تصرف کیا وغیرہ وغیرہ۔ یہ مظالم ایسے ہیں کہ ان پر باوجود قدرت کے خاموش رہنا سخت بددینی ہے۔ پھر طرّہ یہ کہ ان مظالم کا ہزارواں حصہ بھی اصحاب جمل و صفین میں نہ تھا جن سے حضرت علی نے خونریز لڑائیاں کیں،

قیامت تک کوئی شیعہ حضرات خلفائے ثلثہ رضی اللہ عنہم سے جنگ نہ کرنے کی کوئی معقول وجہ نہیں بتا سکتا۔ شیعہ اِس واقعہ کے جواب میں بھی نہایت حیران و پریشان ہیں اور اب جس کا جی چاہے کسی بڑے سے بڑے مجتہد شیعہ کے سامنے اِس واقعہ کو پیش کر کے قدرت خداوندی کا تماشہ دیکھ لے،

شیعوں کی حیرانی و پریشانی کا اندازہ ان مختلف و متضاد جوابوں سے

ہوتا ہے جو اس واقعہ کے متعلق انھوں نے دیئے ہیں شیعوں نے ابتک تین جواب اس واقعہ کے دیئے ہیں جن کو میں علی الترتیب اس جگہ بیان کرکے بالاختصار ان کی حالت کا اظہار کیئے دیتا ہوں،

شیعوں کا پہلا جواب

یہ ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم حضرت علی کو وصیت کر گئے تھے کہ صحابہ سے لڑائی نہ کرنا اور حضرت علی نے عہد کیا تھا کہ میں مرتے دم تک صبر کرونگا لڑائی نہ کروں گا اصلی جواب یہی ہے،
اس وصیت کے الفاظ اُصول کافی مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۱۷۳ پر اس طرح منقول ہیں،

فَکَانَ فِیْمَا اشْتَرَطَ عَلَیْہِ النَّبِیُّ بِاَمْرِ جِبْرَئِیْلَ عَلَیْہِ السَّلَامُ فِیْمَا اَمَرَ اللہُ عَزَّ وَجَلَّ اَنْ قَالَ لَہٗ یَا عَلِیُّ تَفِیْ بِمَا فِیْہَا مِنْ مُوَالَاۃِ	جو کچھ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام کے کہنے سے اللہ عزوجل کے حکم سے حضرت علی سے عہد لیا تھا اُس میں یہ مضمون تھا کہ آپ نے فرمایا کہ اے علی جو کچھ اس عہدنامہ میں ہے

مَنْ وَالَى اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَ
الْبَرَاءَةِ وَالْعَدَاوَةِ لِمَنْ
عَادَى اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَ
الْبَرَاءَةِ مِنْهُمْ عَلَى الصَّبْرِ
مِنْكَ وَعَلٰى كَظْمِ الْغَيْظِ وَعَلٰى
ذَهَابِ حَقِّكَ وَغَصْبِ خُمُسِكَ
وَانْتِهَاكِ حُرْمَتِكَ فَقَالَ نَعَمْ
(پھر چند سطر کے بعد ہے) فَقُلْتُ نَعَمْ قَبِلْتُ
وَرَضِيْتُ وَاِنِ انْتُهِكَتِ الْحُرْمَةُ
وَعُطِّلَتِ السُّنَنُ وَمُزِّقَ الْكِتَابُ
وَهُدِّمَتِ الْكَعْبَةُ وَخُضِبَتْ لِحْيَتِيْ
مِنْ رَاْسِيْ بِدَمٍ عَبِيْطٍ صَابِرًا
مُحْتَسِبًا اَبَدًا حَتّٰى اَقْدَمَ عَلَيْكَ

اس پر عمل کرنا یعنی جو لوگ اللہ اور اس کے
رسول سے محبت کرتے ہوں ان سے محبت کرنا
اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے عداوت
رکھتے ہوں ان سے عداوت و بیزاری رکھنا اگر
اس کے ساتھ تم کو صبر بھی لازم ہو اپنے غصہ کو
ضبط کرنا اپنی حق تلفی پر اور اپنے خمس کے غصب
ہوجانے پر اور اپنی آبروریزی پر حضرت علی نے
کہا ہاں۔ میں نے قبول کیا اور راضی ہوگیا
اگرچہ میری بے عزتی کی جائے اور احکام دین
معطل کردیئے جائیں اور قرآن پھاڑ ڈالا جائے
اور کعبہ گرا دیا جائے اور میری داڑھی میرے
سر کے تازہ خون سے رنگین کردی جائے ہمیشہ
صبر کرونگا یہانتک کہ آپکے پاس پہنچ جاؤں (یعنی مرجاؤں)

جواب۔ اس کا یہ ہے کہ قطع نظر اس سے کہ ایسی غیر معقول اور بیہودہ وصیت کہ چاہے قرآن نابود کر دیا جائے کعبہ گرا دیا جائے (معاذ اللہ منہ) مگر اے علی تم کچھ نہ بولنا شانِ رسالت کے منافی ہے اور قطع نظر دوسری خرابیوں کے سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اگر یہ وصیت و اقرار کا قصہ صحیح ہوتا تو حضرت علی کو تمام عمر صبر سے کام لینا چاہیے تھا اور جمل و صفین کی لڑائیاں قطعاً ناجائز ہوں گی اور حضرت علی پر ان لڑائیوں کی وجہ سے سخت گناہ عائد ہو گا لہذا معلوم ہوا کہ وصیت و اقرار کا قصہ جعلی ہے۔

شیعوں کا دوسرا جواب

یہ ہے کہ حضرت علی تینوں خلفائے کے زمانے میں بے یار و مددگار تھے صرف تین چار شخص ان کے ساتھ تھے وہ بھی پوری اطاعت نہ کر سکتے تھے۔ اس بیکسی کی حالت میں وہ اتنی بڑی جماعت سے کیسے لڑتے،

جواب اس کا اولاً یہ کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے وفات پاتے ہی

سب لوگ حضرت ابو بکر کے طرفدار اور حضرت علی سے بیزار ہو گئے یہ بات کسی کی سمجھ میں نہیں آسکتی اور اگر یہ بات مان لی جائے تو اس کی کیا وجہ ہو سکتی ہے سوا اس کے کہ حضرت علی کو سیاست و تدبیر اور اہلیت امامت سے بالکل بیگانہ کہا جائے،

ثانیاً یہ کہ از روئے کتب شیعہ حضرت علی کا بے یار و مددگار رہنا غلط ہے نہج البلاغہ مطبوعہ مصر جلد اول ص۴۵ میں ہے کہ رسول کے وفات پاتے ہی حضرت عباس اور ابو سفیان جو تمام مکہ والوں کے سردار تھے حضرت علی سے بیعت خلافت کرنے کو آئے مگر حضرت علی نے قبول نہ کیا اور حسب ذیل جواب دیا،

اَیُّھَا النَّاسُ شُقُّوا اَمْوَاجَ الْفِتَنِ بِسُفُنِ النَّجَاۃِ وَعَرِّجُوا عَنْ طَرِیْقِ الْمُنَافَرَۃِ وَضَعُوا عَنْ تِیْجَانِ الْمُفَاخَرَۃِ اَفْلَحَ مَنْ نَّھَضَ بِجَنَاحٍ اَوِ اسْتَسْلَمَ	اے لوگو! فتنوں کی موجوں کو نجات کی کشتیوں میں بیٹھ کر طے کرو اور باہم نفرت پیدا کرنے کے راستہ سے ہٹ جاؤ اور فخر کے تاج اتار رکھو کامیاب ہوا وہ شخص جو قوت بازو کے ساتھ اٹھا یا صلح کر لی اور

نَاَرَاحَ مَآءٌ اٰجِنٌ وَلُقْمَۃٌ يَغَصُّ اٰكِلُهَا وَمُجْتَنِى الثَّمْرَةِ لِغَيْرِ وَقْتِ اِيْنَاعِهَا كَالزَّارِعِ بِغَيْرِ اَرْضِہٖ	آرام دیا یہ پانی تلخ ہے اور یہ ایسا لقمہ ہے کہ حلق کو پکڑتا ہے اور پھل کو پختگی کے وقت سے پہلے توڑنیوالا مثل اس شخص کے ہی جو غیر کی زمین میں کاشت کرے

حاصل اس جواب کا یہ ہوا کہ حضرت علی نے ان کو فتنہ انگیز اور مفسد قرار دیا اور فرمایا کہ تم آپس میں نفرت پیدا کرانا چاہتے ہو اور اپنی خلافت سے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ ابھی میری خلافت کا وقت نہیں آیا اس وقت میری خلافت کی کوشش کرنا ایسا ہے جیسے پھل کو اس کے پکنے کے وقت سے پہلے توڑنا اور غیر کی زمین میں کھیتی کرنا،

"نہج البلاغہ کی اس روایت سے صاف ظاہر ہے کہ اگر حضرت علی حضرت صدیق سے لڑنا چاہتے تو ایک بڑی جماعت انکے ساتھ ہوتی، علاوہ اسکے حضرت علی کو خدا نے بڑے بڑے معجزے دیئے تھے، عصائے موسیٰ، انگشتری سلیمان وغیرہ سب ان کے پاس تھی، اسم اعظم ان کو معلوم تھا دیکھو اصول کافی مطبوعہ نولکشور پریس لکھنؤ صفحہ ۱۴۰ و ۱۴۱؛

پس ایسی حالت میں اگر کوئی آدمی ان کے ساتھ نہ تھا تو تن تنہا
تینوں خلفائے سے جنگ کرکے ان کو مغلوب کرسکتے تھے عصائے موسیٰ کو
چھوڑ دیتے اژدہا بن کر سب کو نگل جاتا نہ سہی انگشتری سلیمان پہن لیتے
تمام جن حاضر ہو جاتے یہ بھی نہ سہی اسم اعظم پڑھ کر سب کو خاک کر دیتے
شیعہ کہتے ہیں کہ یہ چیزیں حضرت علی کے پاس تھیں تو ضرور مگر خدا کا حکم
نہ تھا کہ ان چیزوں سے کام لیں لیکن ایسا تھا تو خدا نے یہ چیزیں دیں کیوں تھیں
موسیٰ کے عصا کا تھا فقط نام تو بیکار رہا خاتم بھی سلیمان کی ندے کام تو بیکار
علاوہ اسکے حضرت علی کو خدا نے شجاعت اس قدر دی تھی اور آپکے
زور و قوت کا یہ حال تھا کہ تن تنہا تمام عرب کا مقابلہ کرسکتے تھے
نہج البلاغہ مطبوعہ مصر جلد دوم صفحہ ۱۲ میں ہے

اِنِّیْ وَاللّٰہِ لَوْ لَقِیْتُھُمْ وَاحِدًا	اللہ کی قسم اگر میں تنہا ان سے مقابلہ کروں
وَھُمْ طِلَاعُ الْاَرْضِ کُلِّھَا	اور وہ تمام روئے زمین بھر کر ہوں تب
مَا بَالَیْتُ وَلَا اسْتَوْحَشْتُ ،	بھی مجھے کچھ پروا نہ ہوگی نہ میں گھبراؤنگا

شیعوں کا تیسرا جواب

یہ ہے کہ حضرت علی حضرات خلفائے ثلثہ سے اس لیئے نہ لڑے کہ لڑنے میں ان کو اندیشہ تھا کہ تمام لوگ مرتد ہو جائیں گے۔ "روضۂ کافی" مطبوعہ لکھنؤ صـ ۱۳۹ میں امام باقر سے روایت ہے کہ،

اِنَّ النَّاسَ لَمَّا صَنَعُوْا اِذْ بَایَعُوْا	تحقیق لوگوں نے جب وہ حرکت کی کہ ابوبکر سے
اَبَابَکْرٍ لَمْ یَمْتَنِعْ اَمِیْرُالْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْہِ	بیعت کی تو امیر المومنین علیہ السلام کو اپنی خلافت
السَّلَامُ مِنْ اَنْ یَّدْعُوْا نَفْسَہٗ اِلَّا	کی دعوت دینے سے صرف اسی چیز نے روکا
نَظَرًا لِلنَّاسِ وَتَخَوُّفًا عَلَیْھِمْ	کہ انھوں نے یہ خیال اور اندیشہ کیا کہیں
اَنْ یَّرْتَدُّوْا عَنِ الْاِسْلَامِ،	لوگ دین اسلام سے مرتد نہ ہو جائیں،

اسکے جواب میں سوا اسکے کیا عرض کیا جائے کہ معلوم نہیں شیعوں کی کونسی بات سچی ہے خود ہی کہتے ہیں کہ تمام صحابہ سوا تین کے مرتد ہو گئے تھے دیکھو روضہ کافی صـ ۱۱۵ اور پھر خود ہی کہتے ہیں کہ مرتد ہو جانیکا اندیشہ تھا

پھر یہ بات بھی کسی کی سمجھ میں نہیں آتی کہ حضرت علیؓ لڑیں حضرت ابوبکرؓ سے اور لوگ مرتد ہو جائیں دین اسلام سے۔ "مارے گھٹنا پھوٹے آنکھ" اسی کو کہتے ہیں۔

الغرض حضرت علی کے جنگ نہ کرنے سے ان دو نتیجوں میں سے ایک نتیجہ ماننا پڑے گا یا یہ کہ تینوں خلفا امام برحق تھے ان کے تمام مظالم کے قصے شیعوں کے گڑھے ہوئے ہیں۔ یا یہ کہ حضرت علی میں دینداری نہ تھی تمام دین ان کی آنکھوں کے سامنے برباد ہوا اور وہ باوجود قدرت کے کچھ نہ بولا اہلسنت پہلے نتیجہ کو مانتے ہیں اور دوسرا نتیجہ شیعوں کو مبارک ہو۔

چوتھا واقعہ

حضرت علی نے اپنے صاحبزادوں کا جو حضرت فاطمہ کے سوا دوسری بی بیوں کے بطن سے تھے ابوبکر و عمر و عثمان نام رکھا تھا جو اپنے بھائی حسین کے ساتھ میدان کربلا میں شہید بھی ہوئے دیکھو جلاء العیون وغیرہ

اگر تینوں خلفاء ایسے ہوتے جیسا مذہب شیعہ بیان کرتا ہے اور حضرت علی ان کے ناموں کو متبرک نہ سمجھتے تو کبھی اپنی اولاد کو ان کے ناموں سے موسوم نہ کرتے۔ ہر انسان اپنی اولاد کے نام اچھے سے اچھے دیکھ کر رکھتا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی حکم بھی دیا ہے اور مسلمانوں کا اول روز سے آج تک اسی پر عمل بھی ہے کسی مسلمان نے کبھی اپنی اولاد کا نام فرعون ہامان شداد نمرود نہیں رکھا اور شیعوں کا حال تو یہ ہے کہ اچھے سے اچھا نام اگر کسی بُرے شخص کا ہو گیا ہے تو اُس سے پرہیز کرتے ہیں مثلاً عبدالرحمن نام جس کی تعریف حدیث میں آئی ہے مگر چونکہ حضرت علی کے قاتل کا نام بھی عبدالرحمن تھا اس لیئے کوئی شیعہ اس نام کو نہیں رکھتا،

آج شیعہ تو ان ناموں سے اتنی نفرت کریں کہ اپنی اولاد کو ان ناموں سے موسوم کرنا تو کجا حضرت علی کے صاحبزادوں کا نام بھی بان پر نہ لائیں نہ شہدائے کربلا کے سلسلے میں اُن کا تذکرہ کریں مگر حضرت

علیؑ کو ان ناموں سے اتنی رغبت ہوتا ہو،

اس واقعہ سے بھی ظاہر ہے کہ حضرت علی تینوں خلفا کو نہایت متبرک اور مقدس
جانتے تھے اور ان سے بڑی محبت رکھتے تھے حتیٰ کہ اپنے لڑکوں کو انکے
ناموں سے موسوم کیا تاکہ وہ نام بار بار زبان پر آئیں کانوں میں پہنچیں ؎

اینست محبت کہ مرا بود بہ مظہر کو مردہ و سوگند ہنوزم بسر اوست

(ف) ایک شیعہ مجتہد نے یہ بھی ایک مرتبہ کہہ دیا کہ اُس زمانے میں اچھے
بُرے ناموں کا امتیاز نہ تھا لہذا میں ایک بڑی پُرلطف روایت
اُصول کافی مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۱۹۲ سے ہدیہ ناظرین کرتا ہوں،

عَنْ یَعْقُوبَ السَّرَّاجِ قَالَ دَخَلْتُ	یعقوب سراج سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں
عَلٰی اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَھُوَ	امام جعفر صادق کے پاس گیا وہ اُس وقت
وَاقِفٌ عَلٰی رَاْسِ اَبِی الْحَسَنِ	ابو الحسن موسیٰ (کاظم) کے سر کے پاس کھڑے ہوئے
مُوْسٰی وَھُوَ فِی الْمَھْدِ	تھے جو اس وقت گہوارہ میں تھے یعنی نوزائیدہ
فَجَعَلَ یُسَارُّہٗ طَوِیْلًا	تھے اور ان سے دیر تک آہستہ آہستہ کچھ کہتے رہے

فَجَلَسْتُ حَتّٰى فَرَغَ فَقُمْتُ
إِلَيْهِ فَقَالَ لِي اُدْنُ مِنْ
مَوْلَاكَ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَدَنَوْتُ
مِنْهُ فَسَلَّمْتُ فَرَدَّ عَلَيَّ
السَّلَامَ بِلِسَانٍ فَصِيحٍ ثُمَّ
قَالَ لِي اِذْهَبْ فَغَيِّرْ اِسْمَ
ابْنَتِكَ الَّتِي سَمَّيْتَهَا أَمْسِ
فَإِنَّهُ اِسْمٌ يُبْغِضُهُ اللّٰهُ
وَكَانَ وُلِدَتْ لِي
اِبْنَةٌ سَمَّيْتُهَا بِالْحُمَيْرَاءِ
فَقَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ
السَّلَامُ اِنْتَهِ إِلَى أَمْرِهِ
تُرْشَدْ فَغَيَّرْتُ اِسْمَهَا،

میں بیٹھا رہا یہاں تک کہ جب امام جعفر صادق
فارغ ہوئے تو میں ان کے سامنے کھڑا ہو گیا تو
امام نے مجھ سے فرمایا کہ اپنے مولا (یعنی نوزائیدہ
بچہ) کے قریب آؤ اور سلام کرو میں نے سلام کیا
تو اس بچہ نے فصیح زبان میں سلام کا جواب دیا
پھر مجھ سے کہا کہ جا اپنی لڑکی کا نام بدل دے
جس کا نام کل تو نے رکھا ہے کیونکہ اس نام سے
اللہ بغض رکھتا ہے۔ یعقوب کہتے ہیں میری
ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی جس کا نام میں نے
حمیرا رکھا تھا۔ پھر امام صادق علیہ السلام
نے مجھ سے فرمایا کہ ان کا حکم مانو
ہدایت پاؤ گے چنانچہ میں نے اس
لڑکی کا نام بدل دیا،

اس روایت کی تصنیف تو امام موسیٰ کاظم کے معجزے کے لئے ہوئی ہے
کہ انھوں نے نوزائیدہ ہونے کی حالت میں مثل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے
کلام کیا اور ایک غیب کی بات بھی بتلادی کہ تمھارے یہاں ایک
لڑکی پیدا ہوئی ہے جس کا نام تم نے حُمیراؔ رکھا ہے،
لیکن ہمارا مقصد اس روایت سے یہ ہے کہ حُمیراؔ نام خدا کو ایسا ناپسند
ہے کہ امام نے اس کے بدلنے کا حکم دیا ظاہر ہے کہ اس نام کا ناپسند
ہونا محض اس وجہ سے ہے کہ یہ نام ام المومنین حضرت عائشہ کا ہے
جو حضرت ابو بکر صدیق کی بیٹی ہیں اس سے اندازہ کر لینا چاہیے کہ
خود حضرت صدیق کا نام کس قدر ناپسندیدہ ہوگا مگر حضرت علی کو
ان ناپسندیدہ ناموں سے ایسی رغبت و محبت تھی فَاعْتَبِرُوْا
یَا اُولِی الْاَلْبَاب،
حدیث نہم حضرت علی کا اپنے معصوم ہونے اور اپنی خلافت کے
منصوص ہونے سے انکار کرنا نہج البلاغہ مطبوعہ مصر جلد اول صفحہ ۱۹۵ میں ہے

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمَّا
أُرِيْدَ عَلَى الْبَيْعَةِ بَعْدَ قَتْلِ عُثْمَانَ
دَعُوْنِيْ وَالْتَمِسُوْا غَيْرِيْ فَإِنَّا
مُسْتَقْبِلُوْنَ أَمْرًا لَهُ وُجُوْهٌ وَأَلْوَانٌ
لَا تَقُوْمُ لَهُ الْقُلُوْبُ وَلَا تَثْبُتُ
عَلَيْهِ الْعُقُوْلُ وَإِنَّ الْآفَاقَ قَدْ
أَغَامَتْ وَالْمَحَجَّةَ قَدْ تَنَكَّرَتْ وَاعْلَمُوْا
إِنْ أَجَبْتُكُمْ رَكِبْتُ بِكُمْ مَا أَعْلَمُ
وَلَمْ أُصْغِ إِلَى قَوْلِ الْقَائِلِ وَ
عَتْبِ الْعَاتِبِ وَإِنْ تَرَكْتُمُوْنِيْ
فَأَنَا كَأَحَدِكُمْ وَلَعَلِّيْ أَسْمَعُكُمْ وَأَطْوَعُكُمْ
لِمَنْ وَلَّيْتُمُوْهُ أَمْرَكُمْ وَأَنَا لَكُمْ
وَزِيْرًا خَيْرٌ لَكُمْ مِنِّيْ أَمِيْرًا

جناب امیر علیہ السلام کا خطبہ ہے جبکہ آپ سے
بعد قتل عثمان کے بیعت کی خواہش کی گئی،
مجھے چھوڑ دو اور میرے سوا کسی اور کو تلاش کرلو
اسلیئے کہ ہمارا مستقبل ایسا ہی کہ اس میں طرح طرح
کے فتنہ ہیں جن میں دل قائم نہ رہیں گے اور
عقلیں برجا نہ رہیں گی مطلع غبار آلود ہوچکا ہی
اور راستہ اجنبی ہوگیا ہی خوب سمجھ لو کہ اگر تمھاری
درخواست قبول کرلونگا تو پھر اپنے علم کے موافق
تم پر حکمرانی کرونگا اور کسی کہنے والے کی بات یا
کسی کے ناخوشی کی سماعت نہ کرونگا اور اگر تم مجھے
چھوڑ دو تو پھر تم میں سے ایک کے مثل ہونگا اور جسکو تم
اپنا حاکم بناؤ شاید میں تمسے زیادہ اسکی طاعت کرونگا
اور وزیر یا درکھو میرا وزیر ہونا تمھارے لیئے زیادہ مفید ہے

(ف) اس کلام میں حضرت علی نے اپنی خلافت کے منصوص ہونے کا خیال حرفِ غلط کی طرح مٹا دیا اگر ان کی خلافت منصوص ہوتی تو یہ کیوں کہتے کہ مجھے چھوڑ دو کسی اور کو تلاش کرو اور یہ کیوں فرماتے کہ جس کو تم خلیفہ بنا لوگے میں تم سے زیادہ اس کی اطاعت کروں گا شیعوں کے نزدیک تو امامت بالکل نبوت کے ہم پلہ ہے۔ کیا کسی نبی کیلیے جائز ہے کہ وہ لوگوں سے کہے کہ مجھے چھوڑ دو کسی اور کو تلاش کرو میں تم سے زیادہ اسکی اطاعت کرونگا،

اِس کلام میں حضرت علی نے یہ بھی بتا دیا کہ حضرت عثمان کی شہادت کے بعد اَب خیریت نہیں رہی فتنہ کا زمانہ ہے،

اور سب سے بڑی بات اس کلام میں یہ ہے کہ حضرت علی نے صاف کہدیا کہ میری وزارت مسلمانوں کیلیے زیادہ مفید ہے میری خلافت اتنی زیادہ مفید نہیں۔ جو لوگ حضرت علی کو سچا سمجھتے ہیں وہ اُن کے اس ارشاد میں ذرا چون وچرا نہیں کر سکتے جو واقعات کے بھی

مطابق ہے،

۱۲ ایک دوسری روایت اور اسی مضمون کی ملاحظہ ہو نہج البلاغہ جلد اول صفحہ ۲۶۸ میں ہے،

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ لَتَعْلَمُ اَنَّهُ لَمْ يَكُنِ	اے اللہ بتحقیق تو جانتا ہے کہ جو کام ہم سے ہوا
الَّذِيْ كَانَ مِنَّا مُنَافَسَةً فِيْ سُلْطَانٍ	(یعنی طلب کرنا یا قبول کرنا خلافت کا) وہ بادشاہت
وَلَا الْتِمَاسَ شَيْءٍ مِنْ فُضُوْلِ الْحُطَامِ	کی خواہش میں یا حطام دنیا کی تلاش میں نہ تھا بلکہ
وَلٰكِنْ لِنَرِدَ الْمَعَالِمَ مِنْ دِيْنِكَ وَ	اسلیئے تھا کہ ہم تیرے دین کے معالم حاصل کریں
نُظْهِرَ الْاِصْلَاحَ فِيْ بِلَادِكَ فَيَاْمَنَ	اور تیرے شہروں میں اصلاح ظاہر کریں تاکہ تیرے
الْمَظْلُوْمُوْنَ مِنْ عِبَادِكَ وَتُقَامَ	مظلوم بندے امن میں ہو جائیں اور تیرے
الْمُعَطَّلَةُ مِنْ حُدُوْدِكَ	موقوف شدہ حدود قائم ہوں،

(ف) یہ حضرت علی مرتضیٰ کی ایک مناجات بارگاہ الٰہی میں ہی یہ مناجات صاف بتا رہی ہے کہ آپ کی خلافت منصوص نہ تھی ورنہ یہ کہنا کہ ہم نے جو کام کیا اس میں نیت ہماری یہ نہ تھی، یہ تھی، بالکل لغو ہو جائیگا کیونکہ

منصوص ہونیکی صورت میں کوئی فعل طلب خلافت یا قبول خلافت کا اُن سے صادر ہی نہیں ہو سکتا،

پھر اسی کی تائید میں ایک اور روایت نہج البلاغہ کی اسی جلد کے صفحہ ۲۸۵ پر حسب ذیل ہے،

وَاللّٰهِ مَا كَانَتْ لِي فِي الْخِلَافَةِ رَغْبَةٌ وَلَا فِي الْوِلَايَةِ إِرْبَةٌ وَلٰكِنَّكُمْ دَعَوْتُمُونِي إِلَيْهَا وَحَمَلْتُمُونِي عَلَيْهَا،	اللہ کی قسم مجھے نہ خلافت کی کچھ رغبت تھی اور نہ حکومت کی کچھ حاجت۔ بلکہ تم لوگوں نے مجھے خلافت کیلیے بلایا اور اس پر مجھے آمادہ کیا،

(ف) اس کلام سے بھی صاف واضح ہو رہا ہے کہ خلافت آپکی منصوص نہ تھی بلکہ لوگوں کے اصرار سے اور کہنے سے آپنے قبول کی،

ایک بڑی بات اس سے یہ بھی معلوم ہوئی کہ تینوں خلافتوں کی وقت آپ کا اپنی خلافت کیلیے کوشش یا خواہش کرنا بھی بالکل آپ پر اتہام ناجائز ہے۔ پھر ایک اور روایت اسی کی تائید میں نہج البلاغہ کی اسی جلد کے صفحہ ۳۴۱ میں حسب ذیل ہے،

اَیُّهَا النَّاسُ اِنَّ اَحَقَّ النَّاسِ بِهٰذَا	اے لوگو خلافت کا سب سے زیادہ حق دار وہ
الْاَمْرِ اَقْوَاهُمْ عَلَیْهِ وَاَعْلَمُهُمْ بِاَمْرِ	شخص ہے جو سب سے زیادہ اس پر قابو رکھنے والا
اللّٰهِ فِیْهِ فَاِنْ شَغَبَ شَاغِبٌ اُسْتُعْتِبَ	ہو اور اللہ کے حکم کو اسکے متعلق جانتا ہو پھر اگر
فَاِنْ اَبٰی قُوْتِلَ وَلَعَمْرِیْ لَئِنْ کَانَتِ	جھگڑا کرنیوالا جھگڑا کرے تو اسکو سمجھایا جائے۔
الْاِمَامَةُ لَا تَنْعَقِدُ حَتّٰی تَحْضُرَهَا	نہ سمجھے تو اس سے قتال کیا جائیگا اور قسم اپنی جان کے
عَامَّةُ النَّاسِ فَمَا اِلٰی ذٰلِکَ مِنْ	مالک کی اگر امامت بغیر اسکے منعقد نہ ہو کہ تمام لوگ
سَبِیْلٍ وَّلٰکِنْ اَهْلُهَا یَحْکُمُوْنَ	بیعت کریں تو اسکی کوئی سبیل نہیں بلکہ جو اس امام
عَلٰی مَنْ غَابَ عَنْهَا ثُمَّ	کے اہل ہیں وہ غائبین پر بھی حکم لگا دیں گے
لَیْسَ لِلشَّاهِدِ اَنْ یَّرْجِعَ	پھر نہ حاضر کو اختیار ہے کہ اس سے رجوع کرے
وَلَا لِلْغَائِبِ اَنْ یَّخْتَارَ،	اور نہ غائب کو اختیار ہے کہ کسی اور کو منتخب کرے۔

(ف) حضرت علی کے اس کلام نے بالکل صاف کر دیا کہ خلافت کیلئے نہ نص کی ضرورت ہے نہ عصمت کی بلکہ ان ان اوصاف کی ضرورت ہے اور آخر میں یہ بھی بتا دیا کہ انعقاد خلافت اہل حل و عقد کی بیعت سے ہوتا ہے

اور تمام لوگوں کی بیعت ضروری نہیں بلکہ جس قدر اہل حل و عقد اُس وقت موجود ہوں انھیں کی بیعت کافی ہے۔ آخری فقرہ اس کلام کا تو بالکل وہی ہے جو حضرت معاویہ کو خط آپنے لکھا ہے یہ خط حدیث نمبر ۱ میں نقل ہو چکا معلوم ہوا کہ اس خط کا مضمون الزامی نہ تھا بلکہ حضرت علی مرتضیٰ کا عقیدہ یہی تھا، ایک روایت "نہج البلاغہ" کی جو اپنی عصمت کے انکار میں نہایت صریح ہے جلد اول صفحہ ۲۶۳ میں ملاحظہ ہو

وَلَا تَظُنُّوا بِی اسْتِثْقَالًا فِی حَقٍّ قِیلَ لِی	میری طرف یہ گمان نکرو کہ کوئی حق بات مجھ سے کہی جائے
وَلَا الْتِمَاسَ إِعْظَامٍ لِنَفْسِی فَإِنَّهُ مَنِ	تو وہ مجھے گراں گزریگی اور یہ کہ میں اپنے آپکو بڑا سمجھتا ہوں
اسْتَثْقَلَ الْحَقَّ أَنْ یُقَالَ لَهُ أَوِ الْعَدْلَ	دیکھو جسکو حق یا انصاف کی بات کا کہنا ناگوار ہو تو اُسکو
أَنْ یُعْرَضَ عَلَیْهِ کَانَ الْعَمَلُ بِهِمَا أَثْقَلَ	حق و انصاف پر عمل کرنا اور بھی زیادہ مشکل ہوگا لہذا
عَلَیْهِ فَلَا تَکُفُّوا عَنْ مَقَالَةٍ بِحَقٍّ أَوْ مَشُورَةٍ	تم لوگ حق بات کہنے یا انصاف کا مشورہ دینے سے باز نہ رہو
بِعَدْلٍ فَإِنِّی لَسْتُ فِی نَفْسِی بِفَوْقِ أَنْ	کیونکہ میں اپنے نفس میں خطا کرنے سے بالاتر نہیں ہوں اور
أُخْطِئَ وَلَا آمَنُ ذَلِکَ مِنْ فِعْلِی،	نہ اپنے نفس میں خطا کرنے سے بے خوف ہوں،

کتنا صاف مضمون ہے کس صفائی سے آپ نے فرمادیا کہ میں خطا کرنے سے بالاتر نہیں، مجھ سے نفس میں بھی خطا ہوسکتی ہے اور فعل میں بھی یعنی علمی اور عملی دونوں قسم کی خطائیں مجھ سے سرزد ہوسکتی ہیں، یا نفس کی خطا سے مراد صفات نفسانیہ کا غلط استعمال ہو بہرحال اس تصریح کے بعد جو شخص آپ کو مثل رسول کے معصوم سمجھتا ہے وہ یقیناً آپ کو جھوٹا جانتا ہے، خلیفہ یا امام کیلئے معصوم ہونیکی شرط لگانا تو ایک قسم کا کفر ہے کیونکہ اس سے ختم نبوت کا انکار لازم آتا ہے بھلا حضرت علی مرتضیٰ اس کفر کی کیا تعلیم دیتے ہم تو یہ دیکھتے ہیں کہ حضرت علی کے نزدیک (بدرجہ مجبوری ہی سہی) فاسق وفاجر شخص بھی خلیفہ ہوسکتا ہے چنانچہ نہج البلاغہ جلد اول صفحہ ۱۰ میں ہے،

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي الْخَوَارِجِ لَمَّا سَمِعَ قَوْلَهُمْ لَا حُكْمَ إِلَّا لِلّٰهِ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَلِمَةُ حَقٍّ يُرَادُ بِهَا الْبَاطِلُ نَعَمْ	جناب امیر علیہ السلام کا کلام ہے خوارج کے متعلق جب کہ آپ نے ان لوگوں کا یہ قول سنا کہ حکومت سوا اللہ کے کسی کی نہیں تو آپ نے فرمایا سچی بات ہے مگر اس سے مضمون غلط مراد لیا جارہا ہے

إِنَّهُ لَا حُكْمَ إِلَّا لِلّٰهِ وَلٰكِنْ هٰؤُلَاءِ	ہاں یہ سچ ہے کہ حکومت اللہ کے سوا کسی کی نہیں
يَقُولُونَ لَا إِمْرَةَ إِلَّا لِلّٰهِ وَإِنَّهُ لَابُدَّ	مگر یہ لوگ اسکا یہ مطلب لیتے ہیں کہ امیر اللہ کے سوا
مِنْ أَمِيرٍ بَرٍّ أَوْ فَاجِرٍ يَعْمَلُ فِي إِمْرَتِهِ	کوئی نہیں حالانکہ لوگوں کیلئے امیر یعنی خلیفہ ضروری ہے
الْمُؤْمِنُ وَيَسْتَمْتِعُ فِيهَا الْكَافِرُ وَيُبَلِّغُ	خواہ وہ نیکوکار ہو یا بدکار کہ مومن اسکے عہد خلافت
اللّٰهُ فِيهَا الْأَجَلَ وَيُقَاتَلُ بِهِ الْعَدُوُّ	میں اپنا کام کرسکے اور کافر بھی دنیاوی فائدہ حاصل
وَتَأْمَنُ بِهِ السُّبُلُ وَيُؤْخَذُ	کرسکے اور اللہ اپنی مقررہ کی ہوئی مدت کو پورا کردے
لِلضَّعِيفِ مِنَ الْقَوِيِّ حَتّٰى يَسْتَرِيحَ	اور دشمنوں سے قتال کیا جاسکے اور راستے پُرامن
بَرٌّ أَوْ يُسْتَرَاحَ مِنْ فَاجِرٍ،	رہیں اور کمزور کا حق طاقتور سے لیا جاسکے یہاں تک کہ
(نہج البلاغہ جلد اول ص۱۰۱)	نیکوکار آرام پائے اور بدکار سے نجات حاصل ہو

(ف) حضرت علی نے اس کلام میں دو باتیں ارشاد فرمائیں اول یہ کہ مسلمانوں کیلئے ایک امیر یا خلیفہ ضرور ہونا چاہیئے اگر صالح شخص نہ ملے تو فاسق و فاجر ہی سہی دوسری بات یہ کہ مقاصد خلافت بیان فرما دیئے کہ یہ مقاصد جس سے بھی پورے ہو جائیں وہ خلافت کی اہلیت رکھتا ہے،

الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کا دامن بالکل پاک ہوگیا اب یہ نجس تعلیم اُن کی طرف کسی طرح منسوب نہیں ہوسکتی کہ امام یا خلیفہ مثل رسول کے معصوم ہوتا ہے اور امام کا تقرر منجانب اللہ ہونا ضروری ہے غرضکہ ہر بات میں امام مثل نبی کے ہوتا ہے (معاذ اللہ منہ)

حدیث دہم حضرت علی کی مذہب شیعہ سے بیزاری،

حضرت علیؓ مرتضیٰ نے وقتاً فوقتاً تمام امکانی طریقوں سے اس امر کی کوشش فرمائی کہ مذہب شیعہ کی نسبت ان کی طرف نہ ہوسکے اور اہلسنت و جماعت کے مسلک سے ان کی علیحدہ ہونے کا بے بنیاد قصہ فروغ نہ پاسکے چنانچہ چند روایات اس مضمون کی کتب شیعہ سے نقل کی جاتی ہیں،

(۱) نہج البلاغہ جلد اول ص۲۶۱ میں ہے کہ حضرت علی مرتضےٰ نے فرمایا،

سَیَھلِکُ فِیَّ صِنفَانِ مُحِبٌّ مُفرِطٌ	عنقریب میرے متعلق دو قسم کے لوگ ہلاک ہوں گے

لہ یہ جملہ حضرت علی سے کتب شیعہ میں متعدد سندوں سے بالفاظ مختلفہ منقول ہے چنانچہ نہج البلاغہ کی جلد دوم کے ص۲۵۲ میں ایک روایت ان الفاظ سے ہے یَھلِکُ فِیَّ رَجُلَانِ مُحِبٌّ مُفرِطٌ وَ بَاھِتٌ مُفتَرٍ ترجمہ میرے بارے میں دو شخص ہلاک ہونگے ایک محبت کرنیوالا حد سے بڑھ جانیوالا

(بقیہ صـــ پر)

يَذْهَبُ بِهِ الْحُبُّ اِلٰى غَيْرِ الْحَقِّ
وَمُبْغِضٌ مُفْرِطٌ يَذْهَبُ بِهِ الْبُغْضُ
اِلٰى غَيْرِ الْحَقِّ وَخَيْرُ النَّاسِ فِيَّ
حَالًا النَّمَطُ الْاَوْسَطُ فَالْزَمُوْهُ
وَالْزَمُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ فَاِنَّ
يَدَ اللّٰهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ وَاِيَّاكُمْ
وَالْفُرْقَةَ فَاِنَّ الشَّاذَّ مِنَ
النَّاسِ لِلشَّيْطَانِ كَمَا
اَنَّ الشَّاذَّ مِنَ الْغَنَمِ لِلذِّئْبِ
اَلَا مَنْ دَعَا اِلٰى هٰذَا الشِّعَارِ

ایک محبت کرنیوالا حد سے بڑھ جانیوالا جسکو محبت
خلاف حق کی طرف لیجائے دوسرا بغض رکھنے والا حد سے
کم کرنیوالا جسکو بغض خلاف حق کیطرف لیجائے اور
سب سے بہتر حال میرے متعلق درمیانی گروہ کا ہے جو
نہ زیادہ محبت کرے نہ بغض رکھے بس اس درمیانی
حالت کو اپنے لئے ضروری سمجھو اور سواد اعظم یعنی
بڑی جماعت کے ساتھ رہو کیونکہ اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے
اور خبردار جماعت سے علیحدگی نہ اختیار کرنا کیونکہ جو انسان
جماعت سے الگ ہوجاتا ہے وہ شیطان کے حصے میں جاتا ہے
جیسے کہ گلہ سے الگ ہونیوالی بکری بھیڑئیے کا حصہ بنتی ہے

اور دوسرا بہتان لگانیوالا مفتری۔ اور اسی صفحہ میں ایک دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں ھَلَکَ فِیَّ رَجُلَانِ مُحِبٌّ غَالٍ وَمُبْغِضٌ قَالٍ ترجمہ میرے بارے میں دو شخص ہلاک ہوگئے ایک محبت کرنیوالا جو محبت میں زیادتی کرے دوسرا بغض رکھنے والا نفرت کرنیوالا۔ تو دو سند و اختلاف الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی نے بار بار اس مضمون کا اعلان فرمایا۔

فَاقْتُلُوْهُ وَلَوْ كَانَ تَحْتَ عِمَامَتِيْ هٰذِهٖ (نہج البلاغہ جلد اول ص۲۶۱)	آگاہ ہوجاؤ جو شخص تم کو جماعت سے الگ ہونیکی تعلیم دے اسکو قتل کردینا اگرچہ وہ میرے عمامہ کے نیچے ہو،

(ف) کس قدر صفائی کے ساتھ حضرت علی نے شیعوں کو ہلاک ہونیوالا فرمایا اور شاید شیعہ کہتے کہ ہم حضرت علی کی محبت میں غلو کرکے خلاف حق کی طرف نہیں گئے تو یہ تصریح بھی کردی کہ جو عقیدہ میرے متعلق سوادِ اعظم یعنی کلمہ گویانِ اسلام میں سب سے بڑی جماعت کا ہے اُسی کو اختیار کرو جو شخص سوادِ اعظم کے خلاف تعلیم دے وہ واجب القتل ہے وہ چاہے میرا ہی لباس پہنکر آئے اول روز سے آجتک اسلام کا سوادِ اعظم اہلسنت کے سوا کوئی فرقہ نہیں رہا بہت بڑی بات جو اس کلام سے ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ شیعہ جو کہتے ہیں کہ حضرت علی کی محبت باعث نجات ہے یہ بالکل غلط ہے حضرت علی کی محبت باعث ہلاکت بھی ہے۔ آپ کی محبت باعث نجات اس وقت ہے جب کہ مسلک اہلسنت کے موافق ہو،

(۲) احتجاج طبرسی مطبوعہ ایران ۱۳۰۲ھ میں ہے کہ حضرت علی نے فرمایا

ثَلٰثَةَ عَشَرَ فِرْقَةً مِّنَ الثَّلَاثِ	تیرہ فرقے تہتر فرقوں میں سے ایسے ہوں گے کہ
وَالسَّبْعِيْنَ فِرْقَةً كُلُّهَا تَنْتَحِلُ	سب کے سب میری مودت ومحبت کا دعویٰ کرینگے
مَوَدَّتِيْ وَحُبِّيْ وَاحِدَةٌ مِّنْهَا فِي	مگر اُن تیرہ میں سے صرف ایک جنت میں جائیگا اور
الْجَنَّةِ وَهِيَ النَّمَطُ الْاَوْسَطُ	وہ وہی ہے جو درمیانی حالت میں رہا اور بارہ ۱۲
وَاثْنَتَا عَشَرَةَ فِي النَّارِ ،	فرقے دوزخ میں جائینگے ،

(ف) ایک عجیب لطیف بات اس کلام میں یہ ہے کہ شیعہ اثنا عشریہ بارہ اماموں کے ماننے پر بڑا فخر کرتے ہیں اور بارہ ۱۲ کے عدد کو بہت متبرک سمجھتے ہیں حضرت علی نے اثنا عشر یعنی بارہ فرقوں کو جہنمی قرار دیا اور نجات پانے والے گروہ کو فرمایا کہ جو معتدل عقیدہ میرے ساتھ رکھے وہی نجات پائے گا معتدل عقیدہ سوا اہل سنت کے کسی کا نہیں)

(۳) نہج البلاغہ جلد دوم صـ۹۶ میں ہے کہ حضرت علی نے اشتر نخعی کو آیہ کریمہ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ کی تفسیر میں لکھا کہ

فَالرَّدُّ اِلَى اللّٰہِ اَلْاَخْذُ بِمُحْکَمِ کِتَابِہٖ وَالرَّدُّ اِلَی الرَّسُوْلِ اَلْاَخْذُ بِسُنَّتِہٖ الْجَامِعَۃِ غَیْرِ الْمُفَرِّقَۃِ ،	اللہ کی طرف لیجانیکا مطلب یہ ہے کہ اسکی کتاب کی محکم آیتوں پر عمل کیا جائے اور رسول کیطرف لیجانیکا مطلب یہ ہے کہ رسول کی اُس سنت پر عمل کیا جائے جو سب مسلمانوں کو جمع کر دے اُن میں تفرقہ نہ ڈلوائے

(ف) شیعہ کہتے ہیں کہ اہلسنت وجماعت کا نام بعد میں گڑھ لیا گیا ہے حضرت علی کے اس خط سے یہ بات بھی صاف ہو گئی۔ اہلسنت وجماعت وہی گروہ ہے جو رسول کی سنت جامعہ پر عمل کرے جو جماعت اہل اسلام میں تفرقہ اندازی نہ کرے بلکہ سب کو متفق کر دے، یہ بات شیعوں کو نصیب نہیں ہو سکتی اُن کے مذہب کی بنیاد ہی تفرقہ اندازی پر ہے مسلمانوں کی سب سے پہلی جماعت یعنی صحابہ کرام ہی میں عداوت و افتراق کے اگر وہ قائل نہ ہوں تو ان کا مذہب فنا ہو جائے،

(۴) احتجاج طبرسی صفحہ ۸۴ میں حضرت علی سے اہلسنت وجماعت کی تعریف ان الفاظ میں منقول ہے،

اَمَّا اَهْلُ الْجَمَاعَةِ فَاَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ وَاِنْ قَلُّوْا۔	اہل جماعت[1] میں ہوں اور جو لوگ میری اتباع کریں اگرچہ وہ کم ہوں،
وَاَمَّا اَهْلُ السُّنَّةِ فَالْمُتَمَسِّكُوْنَ بِمَا سَنَّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ۔	اور اہلسنت وہ لوگ ہیں جو اُن طریقوں پر قائم ہوں جن کو اللہ نے اور اسکے رسول نے جاری کیا،

لیجیے اس کلام میں صاف صاف اہلسنت وجماعت کا لفظ آیا اب اس سے زیادہ کیا ہوگا جو فرقہ اپنے کو اہلسنت وجماعت نہیں کہتا اس کا حضرت علی مرتضےٰ سے بے تعلق ہونا اظہرمن الشمس ہوگیا،

کتب شیعہ میں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں بہت کم مثل نہ ہونے کے ہیں مگر اہل سنت وجماعت کا ناجی ہونا رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے بھی منقول ہے

خُصال ابن بابویہ مطبوعہ ایران جلد دوم ص۱۴۱ میں ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

---

[1] حضرت علیؓ کا یہ قول اپنے عہد خلافت کا ہے معلوم ہوا کہ جس زمانہ میں جو خلیفہ ہو اُس خلیفہ کے ماننے والے اہل جماعت ہیں۔

اِنَّ اُمَّتِیْ سَتَفْتَرِقُ عَلٰی ثِنْتَیْنِ	تحقیق میری امت بہتر[۷۲] فرقوں پر تقسیم ہوجاوےگی
وَسَبْعِیْنَ فِرْقَۃً یَھْلِكُ اِحْدٰی	اُن میں سے اکہتر[۷۱] فرقے ہلاک ہوجائینگے صرف
وَسَبْعُوْنَ وَیَتَخَلَّصُ فِرْقَۃٌ قَالُوْا	ایک فرقہ نجات پائے گا لوگوں نے کہا یا
یَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ تِلْكَ الْفِرْقَۃُ	رسول اللہ وہ فرقہ کون ہے تو آپنے فرمایا کہ
قَالَ اَلْجَمَاعَۃُ اَلْجَمَاعَۃُ اَلْجَمَاعَۃُ	جماعت جماعت جماعت ،

حضرت علی مرتضےٰ کے علاوہ دوسرے ائمہ سے بھی کتب شیعہ میں ایسی چیزیں منقول ہیں جن سے مذہب شیعہ کا بطلان قطعی طور پر ظاہر ہے چنانچہ اب دو حدیثیں دوسرے ائمہ کی نقل کرکے بارہ[۱۲] کے عدد پر یہ رسالہ ختم کردیا جائے گا ،

حدیث یازدہم اصول کافی صؔ۳۷ میں امام جعفر صادق سی روایت ہے ،

عَنْ مَنْصُوْرِ بْنِ حَازِمٍ قَالَ	منصور بن حازم سے روایت ہی وہ کہتے ہیں
قُلْتُ لِاَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ مَا بَالِیْ	میں نے امام جعفر صادق سے کہا کہ کیا سبب ہے
اَسْاَلُكَ عَنْ مَسْاَلَۃٍ فَتُجِیْبُنِیْ	کہ میں آپ سے کوئی مسئلہ پوچھتا ہوں اور آپ مجھے

فِيهَا بِالْجَوَابِ ثُمَّ يَجِيئُكَ غَيْرِي
فَتُجِيبُهُ فِيهَا بِجَوَابٍ آخَرَ فَقَالَ
إِنَّا نُجِيبُ النَّاسَ بِالزِّيَادَةِ
وَالنُّقْصَانِ قَالَ قُلْتُ فَأَخْبِرْنِي
عَنْ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَدَقُوا عَلَى
مُحَمَّدٍ أَمْ كَذَبُوا قَالَ بَلْ صَدَقُوا
قَالَ قُلْتُ فَمَا بَالُهُمْ اخْتَلَفُوا
فَقَالَ أَمَا تَعْلَمُ أَنَّ الرَّجُلَ كَانَ
يَأْتِي رَسُولَ اللهِ فَيَسْأَلُهُ عَنِ
الْمَسْأَلَةِ فَيُجِيبُهُ فِيهَا بِالْجَوَابِ
فَيَجِيئُهُ بَعْدَ ذٰلِكَ بِمَا يَنْسَخُ
ذٰلِكَ الْجَوَابَ فَنَسَخَتِ الْأَحَادِيثُ
بَعْضُهَا بَعْضًا ،

اسکا جواب دیتے ہیں پھر کوئی اور شخص آپکے پاس
آتا ہے اور وہی مسئلہ آپسے پوچھتا ہے تو آپ
اسکو دوسرا جواب دیتے ہیں تو امام صادق نے
فرمایا کہ ہم گھٹا بڑھا کر جواب دیا کرتے ہیں منصور
ابن حازم کہتے ہیں پھر میں نے کہا کہ مجھے یہ بتائیے
کہ اصحاب محمد نے محمد پر سچ بولا یا افترا کیا امام نے
کہا نہیں بلکہ سچ بولا۔ میں نے کہا پھر ان میں باہم
اختلاف مسائل کا کیوں ہوا تو امام نے کہا کیا تو نہیں
جانتا کہ ایک شخص رسول اللہ کے پاس آکر ایک مسئلہ
پوچھتا تھا آپ اس کا جواب دیتے تھے پھر
اس کے بعد آپ کے پاس اس جواب کی
منسوخ کرنے والی چیز آجاتی تھی پس بعض
حدیثوں نے بعض کو منسوخ کر دیا ،

(ف) میں نے تو اس روایت کو یہاں محض اسلیئے نقل کیا ہی کہ امام
جعفر صادق رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام کی عظیم الشان
تعریف کر رہے ہیں کہ انھوں نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم پر
افترا نہیں کیا جس قدر حدیثیں آپ سے اُنھوں نے روایت کیں
سب سچی ہیں اس سے علاوہ صحابہ کرام کی تعریف کے اہلسنت کا
وہ مسلمہ عقیدہ بھی ثابت ہو گیا کہ اَلصَّحَابَۃُ کُلُّھُمْ عُدُوْلٌ یعنے
صحابۂ کرام کل کے کل سچے ہیں کوئی روایت کسی صحابی تک پہونچ
جائے تو اس کو سچا جاننا چاہیئے صحابی کے نیچے راویوں کے جانچنے
کی ضرورت البتہ ہوتی ہے شیعہ ہمارے اِس مسلمہ پر بہت تمسخر کرتے تھے
اب دیکھ لیں کہ خود ان کے معصوم مفترض الطاعۃ اسکی تصدیق کر رہے ہیں
اِس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ائمہ شیعہ گھٹا بڑھا کر لوگوں کو مسائل
بتایا کرتے تھے لہذا ان کے بتائے ہوئے مسائل لائق اعتبار نہ تھے
اِسی وجہ سے منصور بن حازم جو اس حدیث کا راوی ہے کھٹک گیا۔

اور فوراً وہ اصحاب رسول کی حالت پوچھنے لگا کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ بھی گھٹا بڑھا کر حدیثیں بیان کر دیتے ہوں مگر الحمد للہ کہ اسکو صحابۂ کرام کی حالت قابل اطمینان حالت معلوم ہوئی، اب اسکے بعد کیا ہوا آیا منصور بن حازم انھیں ائمہ کے پھندے میں پھنسا رہا یا اس گورکھ دھندے سے نکل کر اہلسنت کی طرح سچوں کی روایت پر عمل کرنے لگا۔ کافی کی روایت میں اس کا کچھ تذکرہ نہیں،

اسی مضمون کی تائید میں ایک روایت اور قابلِ دید ہے، احتجاج طبرسی صـ۱۸۴ میں انھیں امام جعفر صادق سے منقول ہے،

اِنَّ رَسُوْلَ اللهِ قَالَ مَا وَجَدْتُّمْ فِیْ کِتَابِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ فَالْعَمَلُ لَکُمْ بِهٖ وَلَا عُذْرَ لَکُمْ فِیْ تَرْکِهٖ وَمَا لَمْ یَکُنْ فِیْ کِتَابِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ وَکَانَتْ فِیْ سُنَّةٍ مِّنِّیْ	تحقیق رسول اللہ نے فرمایا کہ جو بات اللہ عزوجل کی کتاب میں تم پاؤ اس پر عمل کرنا تم کو لازم ہے اگر نہ کروگے تو کوئی عذر تمھارا نہ سنا جائے گا اور جو بات اللہ عزوجل کی کتاب میں نہ ہو مگر میری سنت میں ہو تو میری سنت کے

فَلَاعُذْرَ لَكُمْ فِيْ تَرْكِ سُنَّتِيْ	ترک کرنے میں بھی تمہارا کوئی عذر قبول نہ ہوگا
وَمَالَمْ يَكُنْ فِيْهِ سُنَّةٌ مِّنِّيْ فَمَا	اور جو بات میری سنت میں بھی نہ ہو تو پھر جو میرے
قَالَ اَصْحَابِيْ فَقُوْلُوْا اِنَّمَا مَثَلُ	اصحاب کہیں اسی کے تم بھی قائل ہو جاؤ کیونکہ
اَصْحَابِيْ فِيْكُمْ كَمَثَلِ النُّجُوْمِ	میرے اصحاب کی مثال تم میں مانند ستاروں کی ہے
بِاَيِّهَا اُخِذَ اُهْتُدِيَ وَبِاَيِّ	جس ستارہ کی بھی پابندی کر لی جائے راستہ
اَقَاوِيْلَ اَصْحَابِيْ اَخَذْتُمْ	مل جاتا ہے اسی طرح میرے اصحاب کے جس قول پر
اِهْتَدَيْتُمْ وَاخْتِلَافُ	بھی عمل کیا جائے ہدایت حاصل ہو جاتی ہے میرے
اَصْحَابِيْ لَكُمْ رَحْمَةٌ	اصحاب کا اختلاف تمہارے لئے رحمت ہے ،

(ف) کس قدر صریح تائید مذہب اہلسنت کی ہے اور کس قدر واضح طور پر مذہب شیعہ کا ابطال ہو رہا ہے ،

یہ مذہب اہلسنت ہی کا ہے کہ وہ دو چیزیں جنکی پیروی کرنا اور جنکے ساتھ تمسک کرنا نجات کیلئے ضروری اور کافی ہے جنکو ثقلین کہتے ہیں قرآن اور سنت ہیں اور یہ بھی مذہب اہلسنت ہی کا ہے کہ صحابہ کرام سے

اقوال جو قیاس سے تعلق نہ رکھتے ہوں سنت نبویہ ہی کے حکم میں ہیں
یہ بھی مذہب اہلسنت ہی کا ہے کہ جس مسالہ میں صحابہ کرام کا اختلاف ہو
اس میں مسلمانوں کو وسعت ہے اختلاف کے رحمت ہونیکا یہی مطلب ہے
آج مجتہدین اہلسنت میں یعنی امام ابوحنیفہ امام مالک امام شافعی امام حنبل
وغیرہ میں جو اختلافات ہیں وہ صحابہ کرام ہی کے اختلافات کا نتیجہ ہیں
اور ان اختلافات کے رحمت ہونے کا ادنیٰ کرشمہ یہ ہے کہ ان اختلافات
کی ہر صورت مذہب اہلسنت میں داخل مانی جاتی ہے ان اختلافات کے
سبب سے کوئی فتنہ نہیں پیدا ہوتا وحدتِ کلمۂ اسلامیہ میں کوئی خلل نہیں پڑتا
حتیٰ کہ ایک دوسرے کے پیچھے بلا تکلف نماز پڑھتے ہیں اور ایکدوسرے کو
بلا تفاوت اہلسنت وجماعت سمجھتے ہیں،

بخلاف شیعوں کے ان باتوں میں سے ایک بات بھی انکے مذہب کے
مطابق نہیں بلکہ ہر بات اُن کے مذہب کے خلاف ہے، وہ ہرگز ثقلین قرآن
اور سنت کو نہیں کہتے نہ وہ قرآن وسنت کی اتباع کو نجات کیلئے کافی سمجھتے ہیں

ان کے نزدیک ثقلین میں بجائے سنت کے اہل بیت کا شمار ہے وہ ہرگز صحابۂ کرام کے اقوال کی پیروی کو جائز نہیں سمجھتے نہ صحابۂ کرام کو مانند ستاروں کے مانتے ہیں اور نہ اُن کے اختلافات کو رحمت خیال کرتے ہیں بلکہ شیعوں کے نزدیک تو صحابۂ کرام معاذ اللہ بیدین اور دشمن دین تھے

ایک عجیب و غریب لطیفہ

علمائے شیعہ نے حتی الامکان تو اس قسم کی احادیث کو چھپانے اور انکے خلاف احادیث کے تصنیف کرنے کی کوشش کی ہے لیکن اگر کسی وقت واقعات اور شہرت و تواتر سے مجبور ہو کر کوئی ایسی حدیث درج کرنا پڑی ہے تو اس میں عجیب عجیب پیوند لگائے ہیں مگر خدا کی شان ہر وہ پیوند دور سے علیحدہ نظر آتا ہے اور بزبان حال کہتا ہے کہ ؎

صیاد نے لگائے ہیں پھندے کہاں کہاں

سارے پتے عیاں ہیں اسی سبز باغ میں

اب دیکھیے اِس حدیث میں کیسا خوبصورت پیوند لگایا گیا ہی احتجاج کے صـ۱۸۴ میں حدیث مذکور کے لکھنے کے بعد لکھا ہے کہ جب یہ حدیث آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرما چکے تو لوگوں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ آپ کے اصحاب کون ہیں آپ نے فرمایا میرے اہل بیت،

بھلا پوچھیے تو سہی کہ لفظ اصحاب معما تھی چیستاں تھی کسی غیر زبان کی غیر مانوس لفظ تھی آخر کیا وجہ تھی کہ رسول اللہ سے لفظ اصحاب کی مراد دریافت کرنیکی ضرورت پیش آئی، یہ خلاف عقل سوال ہی اس پیوند کے جعلی ہونے کی شہادت ہے لیکن ہم اس سے چشم پوشی کریں تو اس زبردست اعتراض سے تو مفر ہو ہی نہیں سکتا کہ اس حدیث میں اصحاب سے اہل بیت مراد لینے کی صورت میں ماننا پڑے گا کہ اہل بیت میں مسائل کے متعلق اختلافات بھی ہوتے ہیں حالانکہ از روئے مذہب شیعہ اہلبیت میں باہم اختلافات نہیں ہوتے اور نہ ہوسکتے ہیں اِس اعتراض کا جواب احتجاج کے صفحہ مذکورہ میں ابن بابویہ قمی "سے نقل کیا ہے کہ اہلبیت

جو کبھی کسی کو تقیہ میں کوئی مسئلہ بتا دیتے ہیں اس تقیہ کی وجہ سے ان میں باہم اختلافات پیش آجاتے ہیں یہی اختلافات مراد ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ تقیہ کی وجہ سے جو اختلافات پیش آتے ہیں وہ ہرگز مراد نہیں ہو سکتے اسلیئے کہ حدیث مذکور میں صحابہ کرام کے ہر اختلاف کی پیروی کو موجب ہدایت قرار دیا ہے اور شیعوں کے نزدیک ائمہ اہلِ بیت کا جو حکم بنا بر تقیہ ہو معلوم ہو جانے کے بعد اسکی پیروی کا ہدایت ہونا چہ معنے اسکی پیروی قطعاً ناجائز ہے لہٰذا افسوس کے ساتھ آخر میں کہنا پڑتا ہے کہ اس قسم کے پیوند لگانے سے بھی کچھ کام نہیں چلتا ؎

نہ کچھ تیزی چلی بادِ صبا کی ... بگڑنے پر بھی زلف اسکی بنا کی

حدیث دوازدہم[۱۲] سید المسلمین حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کا

ایک زبردست فیصلہ

احتجاج طبرسی صفحہ ۱۴۷ میں ہے کہ حضرت معاویہ کے دربار میں ایک روز

کچھ اہل علم جمع تھے جن میں حضرات حسنین بھی تھے عبداللہ بن عباس اور فضل بن عباس بھی تھے اور عمر بن ام سلمہ اور اسامہ بھی تھے اسی مجمع میں حضرت حسن نے فرمایا۔

لَاَقُوْلَنَّ کَلَامًا مَا اَنْتَ اَهْلُہٗ	میں ایک بات کہوں گا جس کے سننے اور
وَلٰکِنِّیْ اَقُوْلُ لِتَسْمَعَہٗ	سمجھنے کی اے معاویہ تم اہلیت نہیں رکھتے
بَنُوْا اَبِیْ ھٰؤُلَآءِ حَوْلِیْ اِنَّ	بلکہ میں اس لئے کہوں گا کہ اسکو یہ میرے
النَّاسَ قَدْ اَجْتَمَعُوْا عَلٰٓی اُمُوْرٍ	خاندانی بھائی جو میرے گرد بیٹھے ہیں سن لیں
کَثِیْرَۃٍ لَیْسَ بَیْنَھُمْ اِخْتِلَافٌ	بتحقیق مسلمانوں کا (دین کی) بہت سی باتوں
وَّلَا تَنَازُعٌ وَّلَا فُرْقَۃٌ عَلٰی	پر اتفاق ہے اور ان باتوں کے متعلق انمیں
شَھَادَۃِ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ	کوئی اختلاف اور جھگڑا اور فرقہ بندی نہیں ہے
وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰہِ	انھیں متفق علیہ چیزوں میں سے لا الٰہ الا اللہ
عَبْدُہٗ وَالصَّلٰوٰتِ الْخَمْسِ	محمد رسول اللہ بھی ہے اور پانچ وقت کی
وَالزَّکٰوۃِ الْمَفْرُوْضَۃِ وَصَوْمِ	نمازیں ہیں اور زکوۃ ہے اور رمضان کے

شَهْرِ رَمَضَانَ وَحَجِّ الْبَيْتِ	مہینے کا روزہ ہے اور کعبہ کا حج کرنا ہے
ثُمَّ اَشْيَاءَ كَثِيْرَةً مِّنْ	ان کے علاوہ ابھی متفق علیہ چیزیں اور بھی
طَاعَةِ اللّٰهِ لَا يُحْصِيْ وَلَا	ہیں جن کا شمار اللہ کے سوا کوئی نہیں کر سکتا
يَعُدُّهَا اِلَّا اللّٰهُ وَاجْتَمَعُوْا	نیز مسلمانوں کا زنا اور چوری اور جھوٹ
عَلٰى تَحْرِيْمِ الزِّنَا وَالسَّرِقَةِ	بولنے اور قطع قرابت اور خیانت اور بہت سے
وَالْكِذْبِ وَالْقَطِيْعَةِ	گناہوں کے حرام ہونے پر اتفاق ہے جن کا
وَالْخِيَانَةِ وَاَشْيَاءَ كَثِيْرَةً	شمار سوا اللہ کے کوئی نہیں کر سکتا
مِنْ مَعَاصِي اللّٰهِ لَا يُحْصِيْ	مسلمانوں کا اختلاف اگر ہے تو چند سنتوں
وَلَا يَعُدُّهَا اِلَّا اللّٰهُ وَ	کی بابت ہے جن میں وہ باہم لڑائی کر کے
اخْتَلَفُوْا فِيْ سُنَنٍ اقْتَتَلُوْا	فرقے بن گئے ہیں کہ آپس میں ایکدوسرے کو
فِيْهَا وَصَارُوْا فِرَقًا	لعنت کرتے ہیں اور یہ (مابہ الاختلاف)
يَلْعَنُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا	مسئلہ امامت ہے (اسی مسئلہ کی وجہ سے) ایک
وَهِيَ الْوِلَايَةُ وَيَتَبَرَّأُ	دوسرے سے تبرا کرتے ہیں اور ایکدوسرے کو

بَعْضُهُمْ عَنْ بَعْضٍ وَّ
يَقْتُلُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا اَنَّهُمْ
اَحَقُّ وَاَوْلٰى بِهَا اِلَّا فِرْقَةٌ
تَتَّبِعُ كِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّةَ نَبِيِّهٖ،
فَمَنْ اَخَذَ بِمَا عَلَيْهِ
اَهْلُ الْقِبْلَةِ الَّذِيْ
لَيْسَ فِيْهِ اخْتِلَافٌ
وَرَدَّ عِلْمَ مَا اخْتَلَفُوْا
فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ سَلِمَ
وَنَجَا بِهٖ مِنَ النَّارِ
وَدَخَلَ الْجَنَّةَ

اِحْتِجَاجِ طَبَرِسِيْ ص ١٤٧

قتل کرتے ہیں۔ ہر ایک کہتا ہے کہ ہم زیادہ
حق دار اسکے ہیں (غرضکہ سب اسی زق زق
بق بق میں مبتلا ہیں) سوا ایک فرقے کے
جو کتاب اللہ اور سنت نبوی کا پیرو ہے۔
پس جو شخص اُن باتوں کو لے لے
جن میں تمام اہل قبلہ کا اتفاق ہے
کسی کا اختلاف نہیں اور جن باتوں
میں اہل قبلہ کا اختلاف ہے اُن
باتوں کا علم اللہ کے حوالے کردے
تو ایسا شخص دوزخ سے نجات
پائے گا اور جنت میں داخل ہوگا

احتجاج طبرسی ص ۱۴۷

(ف) حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے شیعہ بہت ناخوش[1] ہیں

---

[1] اسی ناخوشی کا نتیجہ ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی حیات ہی میں ان کو بہت ذلیل کلمات کہے گئے، اور طرح طرح کی ایذائیں دی گئیں (دیکھو "قاتلان حسین کی خانہ تلاشی") اور ان کے بعد ان کا تذکرہ بھی بہت کم ہوا اور بہت کم ہوتا ہے ان کی اولاد یک قلم امامت سے محروم کر دی گئی بلکہ امام برحق کی باغی اور جہنمی قرار دی گئی حتیٰ کہ امام مہدی بھی ان کی اولاد سے نہیں قرار دیئے گئے۔ خدا جانے کیا وقتی مصالح درپیش تھے ورنہ شیعہ صاحبان تو حضرت امام حسن کو بھی دودھ کی مکھی کی طرح نکال ڈالتے اور جس طرح دوسرے امام زادوں میں کسی کو کذاب کا لقب دیا کسی کو جہنمی کہا اور (احتجاج طبرسی کے صفحہ ۲۵۸ جو آخری صفحہ کتاب کا ہے) میں صاف لکھ دیا کہ ہم شیعوں کو ان امام زادوں سے بغض و عداوت ہے ہم ان پر تبرا بھیجتے ہیں۔ یہی برتاؤ امام حسن کے ساتھ بھی ہوا ہوتا

وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ

اور اس ناخوشی کی وجہ یہی ہے کہ وہ ان کے مکائد کو خوب سمجھتے تھے اسی وجہ سے کبھی اُن کے فریب میں نہیں آئے اور ہمیشہ قولاً و فعلاً ایسے عنوان سے اظہار حق کرتے رہے کہ اُنکے تمام منصوبے خاک سیاہ ہو جایا کیے چنانچہ اس کلام میں بھی حضرت ممدوح نے ایک ایسا کلیہ قاعدہ ارشاد فرما دیا ہے کہ اگر اس پر عمل کیا جائے تو سوا اہل سنت و جماعت کے اور کسی فرقے کا وجود ہی باقی نہ رہے نہ روافض کا نام و نشان رہ جائے نہ خوارج کا نہ معتزلہ کا نہ کسی فرقۂ باطلہ کا، اس لیے کہ ہر فرقے نے کچھ نہ کچھ نئی باتیں ایجاد کر کے اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ بنالی ہے ٹھیٹ اسلام پر خالص اسلامی اصول پر جو تمام کلمہ گویان اسلام میں متفق علیہ ہیں سوا اہل سنت و جماعت کے کوئی ہو ہی نہیں سکتا،

عقائد سے لے کر اعمال تک ہر فرقے کی تعلیمات پڑھ جاؤ انشاء اللہ تعالیٰ یہ بات تم کو روز روشن کی طرح نظر آجائیگی کہ اہلسنت کے عقائد و اعمال

وہی ہیں جن پر تمام کلمہ گویان اسلام کا اتفاق ہے اور دوسرے فرقوں کو جن امور کی وجہ سے افتراق حاصل ہوا ہے وہ امور خود انکی ایجاد ہیں اور وہی امور سرمایۂ افتراق و شقاق اور بنیاد اختلاف و اعتساف ہیں، انشاء اللہ تعالیٰ ایک رسالہ خاص اسی موضوع پر شایع ہوگا جس میں اہل سنت و شیعہ کے متفق علیہ و مختلف فیہ مسائل کی فہرست دی جائے گی اس سے یہ بات کامل طور پر واضح ہو جائیگی

الغرض مطلب سید مجتبیٰ یعنی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد قرین عقل بھی ہے کیونکہ جن امور پر تمام کلمہ گویان اسلام کا اتفاق ہے ان کا دین اسلام سے ہونا قطعی و یقینی ہے اور جن امور میں اختلاف ہے (اور اختلاف بھی کس کا اسلام کے سواد اعظم کا) وہ ہرگز قطعی و یقینی نہیں ہو سکتے، اور ظاہر ہے کہ غیر یقینی امور پر نجات آخرت موقوف نہیں ہو سکتی نہ عقلاً غیر یقینی امور کی وجہ سے یقینی امور کو مختل کرنا اور وحدت اسلامیہ کو درہم و برہم کر کے کلمہ گویان اسلام کے شیرازۂ اتحاد

کو فرقہ بندی کی مقراض سے کاٹ کر منتشر کرنا کوئی اچھا کام ہو سکتا ہے ان مختلف فیہ مسائل میں مسئلہ امامت کی تو خاص طور پر تصریح حضرت ممدوح نے کر دی ہے جزاہ اللہ تعالےٰ عن الاسلام خیرا

کیا شیعوں میں کوئی سعادت مند ہے
جو حضرت علی مرتضیٰ کی ان تعلیمات پر،
سید مجتبیٰ کے اس زرّیں اصول پر عمل
کرنے کے لیے آمادہ ہو جائے
هَلْ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَشِيْدٌ ؟

هٰذا آخر الکلام والحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علی النبي واٰلہ اجمعین

تمت

مذہب شیعہ کی چند خصوصیات

قرن صحابہ کے بعد کلمہ گویان اسلام میں نئے نئے فرقے پیدا ہونا شروع ہوئے اور یہ سلسلہ پیدایش کا ابتک جاری ہے مگر اُن میں سوا فرقۂ شیعہ کے اور سب کی بنیاد غلط فہمی یا ہوائے نفسانی سے پڑی کسی فرقہ کے بانی نے دین اسلام کے خراب کرنیکی نیت سے نئے مذہب کی ایجاد نہیں کی لیکن فرقہ شیعہ کی کتابوں کے دیکھنے سے اور اس مذہب کے تاریخی مدوجزر کے مطالعہ کرنے سے یہ بات ناقابل انکار ہو جاتی ہے کہ اس فرقہ کا بانی دین اسلام سے عداوت رکھتا تھا اور اس نے دین کے بگاڑنیکی نیت سے اس مذہب کو تصنیف کیا غرضکہ اس نے جو کچھ کیا خوب سمجھ بوجھ کر کیا اور بالقصد کیا نہ کسی غلط فہمی کی وجہ سے بلا ارادہ۔

یہی وجہ ہے کہ اس فرقہ نے عقائد سے لیکر اعمال تک اکثر باتوں میں تمام کلمہ گویان اسلام سے اپنا راستہ الگ کر لیا ہے اور وہ باتیں ایجاد کی ہیں جنکا کوئی اسلامی فرقہ قائل نہیں اور ان باتوں سے یا تو دین اسلام یکقلم نیست و نابود ہو جاتا ہے یا اسلام کی سخت توہین و تضحیک ہوتی ہے چنانچہ نمونتہً چند خصوصیات مذہب شیعہ کی حسب ذیل ہیں

(۱) کلمہ گویان اسلام میں جس قدر فرقے ہیں کسی نے قرآن مجید پر حملہ نہیں کیا کسی نے قرآن مجید کو محرف و مشکوک ثابت کرنیکی کوشش نہیں کی سب اس بات کو بلا اختلاف مانتے ہیں کہ یہ قرآن وہی کتاب ہے جو حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

اپنی امت کو دیگئے انکے بعد نہ اس میں کمی ہوئی، نہ بیشی، نہ الفاظ و حروف کا تغیر و تبدل ہوا، نہ اور کسی قسم کی تحریف۔

بخلاف فرقہ شیعہ کے کہ اس نے اول روز سے قرآن شریف کے مشکوک بنانے میں جو جو کوششیں کیں انکا پورا علم تو خداوند علیم و خبیر کے سوا کسی کو نہیں مگر جس مقدار اس وقت ہمارے سامنے ہے وہ یہ ہے کہ انھوں نے اول راویان قرآن یعنی صحابہ کرام کو کاذب قرار دیا کسی کے کذب کا نام نفاق رکھا اور کسی کے کذب کا نام تقیہ اور قرآن شریف کے جمع و ترتیب کی تاریخ میں اس قدر دسیسہ کاریاں کیں کہ الامان الامان، اور دو ہزار سے زائد روایتیں ائمہ کے نام سے قرآن مجید میں ہر قسم[1] کی تحریف کی تصنیف کر کے، ان روایتوں کا تحریف پر صریح الدلالۃ ہونا بھی بیان کر دیا اور ان روایتوں کا متواتر ہونا بھی ظاہر کیا،

(۲) کلمہ گویان اسلام میں کسی فرقے نے جھوٹ بولنے کو عبادت نہیں قرار دیا اور نہ کسی نے اپنے پیشواؤں کی نسبت یہ کہا کہ وہ اپنا اصلی مذہب چھپاتے تھے

---

[1] شیعہ صاحبان قرآن مجید میں پانچ قسم کی تحریف کے قائل ہیں کمی، بیشی، تبدل حروف تبدل الفاظ، خرابی ترتیب۔ خرابی ترتیب کے متعلق صرف سورتوں ہی کی ترتیب نہیں بلکہ سورتوں کے اندر جو آیات ہیں اور آیات کے اندر جو کلمات ہیں اور کلمات کے اندر جو حروف ہیں ان سب کی ترتیب کو مذہب شیعہ غلط اور محرف قرار دیتا ہے۔

ظاہر اُن کا کچھ اور تھا اور باطن کچھ اور، مگر فرقہ شیعہ اس بات کا قائل ہے کہ جھوٹ بولنا بڑی عبادت ہے اور ائمہ معصومین اس عبادت پر ہمیشہ کاربند رہے اور اپنا اصلی مذہب ہمیشہ چھپایا کئے حتی کہ حضرت علی نے خود اپنے عہد خلافت میں بھی اپنے اصلی مذہب کا اظہار نہیں کیا بظاہر تمام ائمہ سُنّی بنے رہے، اور اپنا اصلی مذہب شیعوں کے سوا کسی کو نہیں بتایا، اور بعض اوقات شیعوں سے بھی اپنا اصلی مذہب پوشیدہ رکھتے تھے اور انکو مختلف[1] باتیں

---

[1] شیعہ مذہب میں چار کتابیں بہت معتبر ہیں جنکو اُصول اربعہ کہتے ہیں ان میں ایک کتاب الاستبصار ہے جسکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عقیدہ کی ایجاد سے گو شیعوں کو اپنے مذہب کی تصنیف میں اور اس مذہب کو ائمہ کی طرف منسوب کرنے میں بہت مدد ملی، مگر اسکے ساتھ یہ مصیبت بھی پیش آگئی کہ آج مذہب شیعہ میں کوئی ایسا مسئلہ نہیں جس میں خود شیعہ راویوں نے ائمہ کے مختلف اقوال اور متضاد فتوے نہ نقل کیے ہوں اب ان مختلف و متضاد فتووں میں مجتہدین شیعہ امام کے جس قول کو چاہتے ہیں انکا اصلی مذہب کہدیتے ہیں اور جس قول کو چاہتے ہیں تقیہ کہکر ٹال دیتے ہیں جناب مولوی دلدار علی صاحب مجتہد اعظم شیعہ نے "اساس الاصول" صـ میں یہانتک لکھدیا کہ ائمہ کے فتووں میں اختلاف کا سبب ہر مقام میں معلوم کر لینا نہایت دشوار اور طاقت انسانی سے باہر ہے عسیر فوق الطاعۃ مجتہد موصوف نے یہ بھی لکھا ہے کہ ہمارے اس اختلاف کو دیکھ کر بہت سے شیعہ سُنّی ہو گئے۔

بتا دیا کرتے تھے،

(۳) کلمہ گویان اسلام میں کوئی فرقہ اس بات کا قائل نہیں کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی اور بھی معصوم مفترض الطاعۃ ہو سکتا ہے تمام اسلامی فرقے اس بات کو عقیدہ ختم نبوت کے خلاف سمجھتے ہیں مگر ایک فرقہ شیعہ ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک دو نہیں متعدد ہستیوں کو ہر صنف میں خصوصاً عصمت اور افتراض طاعت میں آپکا مثل و مانند مانتا ہے اثنا عشری فرقہ بارہ[۱۲] ہستیاں اس قسم کی مانتا ہے۔

(۴) کلمہ گویان اسلام کے تمام فرقے باوجود باہم شدید اختلافات کے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے شاگردوں یعنی آپ کے صحابہ کرام کے مقدس اور مزکیٰ ہونے پر متفق ہیں کوئی ایک فرقہ بھی ان مقدس حضرات کو بد دین اور ظالم اور کاذب نہیں قرار دیتا سب اس بات سے بچتے ہیں کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور تعلیمات نبوت کے چشم دید گواہوں کو مجروح کرنیکے بعد اسلام پر سخت کاری ضرب لگے گی پھر نہ قرآن پر ایمان ہو سکے گا نہ نبی کی نبوت پر نہ معجزات کا علم ہو سکے گا نہ تعلیمات پیغمبر کا قطع نظر اس کے کسی استاد کے کل یا اکثر شاگردوں کو نالائق اور ناقابل کہنا اس استاد کی قابلیت یا سلیقہ تعلیم پر حملہ کرنا ہے۔

مگر مذہب شیعہ بے دھڑک صحابہ کرام کی طرف ایسے ایسے مظالم اور ایسی ایسی

بد دینیوں بلکہ خلاف انسانیت افعال کو منسوب کرتا ہے جنکو فطرت انسانی کسی طرح قبول نہیں کرتی اور جنکے تسلیم کر لینے کے بعد قرآن مجید کی بہت سی آیتوں کا غلط یا تدلیس محض ہونا لازم آتا ہے۔

(۵) کلمہ گو یان اسلام میں سوا شیعوں کے حق تعالیٰ کیلئے بدا کو تجویز نہیں کرتا سب کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ کا علم محیط ہے اور ازلی ہے جہل اسکی ذات اقدس کیلئے بدترین عیب اور شان الوہیت کے منافی ہے،

مگر فرقہ شیعہ حق تعالیٰ کیلئے بدا کو اس قدر ضروری قرار دیتا ہے کہ انکی سب سے بڑی مستند کتاب اصول کافی مطبوعہ نولکشور پریس لکھنؤ صفحہ ۸۴ میں ایک مستقل باب "بدا" کا ہے جس میں اس مضمون کی روایتیں امام باقر و جعفر صادق سے نقل کی گئی ہیں، کہ خدا کی عبادت عقیدۂ بدا کی برابر کسی عقیدہ میں نہیں ہے اور یہ کہ خدا نے کسی نبی کو نبوت نہیں دی جب تک کہ اس سے بدا کا اقرار نہیں لے لیا جب اس نے اقرار کیا کہ ہاں حضور آپ کو بدا ضرور رہتا ہے اس وقت اس کو نبوت دیگئی،

بدا کے معنی ہیں کسی نامعلوم چیز کا معلوم ہو جانا یعنی خدا کو جو بات معلوم نہ تھی وہ معلوم ہو جایا کرتی ہے کتب شیعہ میں صرف روایات ہی نہیں بلکہ بدا کے واقعات بھی منقول ہیں امامت کے مسالہ میں اکثر خدا کو بدا ہوا ہے کہ کسی شخص کو خدا نے امامت کیلئے نامزد کیا مگر پھر کوئی ایسی بات پیش آگئی کہ خدا کو اپنے

انتخاب کی غلطی محسوس ہوئی اور اپنی رائے بدلنی پڑی یعنی بجائے اس نامزد شدہ شخص کے دوسرے کو امام بنانا پڑا،

خدا کے لیئے بدا کا ہونا ایسا قطعی مسالہ ہے کہ کسی شیعہ نے اس میں اختلاف نہیں کیا البتہ گیارہ بارہ سو برس کے بعد مولوی دلدار علی صاحب مجتہد شیعہ بدا کے منکر[1] معلوم ہوتے ہیں اور بقول اُن کے ایک محقق طوسی بھی بدا کے منکر ہیں اور بس،

(۶) کلمہ گویانِ اسلام میں کوئی فرقہ اس بات کا قائل نہیں کہ مرنے کے بعد پھر کوئی انسان زندہ ہو کر اس دنیا میں آئے گا، مگر مذہب شیعہ کہتا ہے کہ ایسا ہونا ضروری ہے اور اس کو عقیدۂ رجعت کہتے ہیں، تمام کلمہ گویانِ اسلام اس اعتقاد کو کفر کے برابر سمجھتے ہیں کیونکہ یہ عقیدہ نصوص قرآنیہ اور تعلیمات نبویہ کے بالکل خلاف ہے۔

---

[1] مجتہد صاحب موصوف اپنی معرکۃ الآرا کتاب اساس الاصول ص ۲۱۸ میں لکھتے ہیں وانکر القول بالبدأ المحقق الطوسی یعنی محقق طوسی نے بدا کا انکار کیا ہے پھر کتاب مذکور کے ص ۲۱۹ پر حاشیہ میں لکھتے ہیں اعلم ان البدا لاینبغی ان یقول به احد لانه یلزم منه ان یتصف الباری تعالیٰ بالجهل کما لایخفی ۱۲ منہ یعنی بدا کا قائل کسی کو نہ ہونا چاہیئے کیونکہ اس سے اللہ تعالیٰ کا جاہل ہونا لازم آتا ہے اور یہ بات پوشیدہ نہیں۔

یہ نمونہ تو صرف عقائد کے متعلق مذہب شیعہ کی خصوصیات کا تھا باقی رہے اعمال ان کا تو ایک بڑا دفتر ہے۔ مثال کے طور پر ایک اذان کو لے لیجئے تمام کلمہ گویان اسلام متفق ہیں کہ اذان میں وہی کلمات ہونا چاہئیں جو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں ان میں کسی قسم کی کمی بیشی ہرگز جائز نہیں،

مگر فرقۂ شیعہ اشهد ان عليا ولي الله وغیرہ کلمات کو باوجود اس اعتراف کے[1] کہ یہ کلمات اذان منقول میں نہیں ہیں اپنی طرف سے اذان میں اضافہ کرتا ہے اور اس اضافہ کو ایسا ضروری قرار دیتا ہے کہ اس کی بدولت نہ معلوم کتنی خونریزیاں لڑائیاں ہوئیں مار پیٹ ہوئی مقدمے دائر عدالت ہوے سزائیں ہوئیں مگر وہ اضافہ کسی طرح نہیں چھوٹتا نیز اذان فجر میں الصلوٰۃ[2] خیر من النوم کا انکار بھی خصوصیات مذہب شیعہ سے ہے۔ کلمہ گویان اسلام میں

---

[1] یہ اعتراف شیعوں کی کتاب من لایحضرہ الفقیہ میں جو انکے اصول اربعہ میں سے ہی موجود ہے اور کوئی شیعہ اپنی کسی کتاب میں کوئی روایت نہیں دکھا سکتا کہ حضرت علی نے کبھی اذان میں یہ کلمات کہلوائے ہوں یا کبھی انکے علم میں کہے گئے ہوں۔

[2] عجیب لطف ہے کہ کوئی شیعہ اپنی کسی کتاب سے ثابت نہیں کر سکتا کہ حضرت علی نے اپنے زمانہ خلافت میں کبھی اس لفظ کو منع کیا ہو یا اذان فجر سے اسکو نکلوا دیا ہو بلکہ استبصار میں روایت موجود ہے کہ حضرت امام زین العابدین اپنے گھر میں فجر کی اذان دیا کرتے تھے اور اس اذان میں الصلوٰۃ خیر من النوم بھی کہتے تھے۔

کوئی فرقہ اس کا منکر نہیں سب متفق ہیں کہ اذان فجر میں یہ کلمہ رسول رب العلمین صلے اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے اور مثال کے طور پر متعہ کو لیجیے جسکا ثواب اتنا بڑا ہے کہ ایک مرتبہ متعہ کرنیسے امام حسین کا درجہ مل جاتا ہے اور دو مرتبہ متعہ کرنیسے امام حسن کا رتبۂ عالی حاصل ہو جاتا ہے اور تین مرتبہ متعہ کرنیسے حضرت علی کا مرتبہ اور چوتھی مرتبہ متعہ کرنیسے رسول خدا کا مرتبہ مل جاتا ہے اور جسکے تارک پر وعید شدید اس قدر ہے کہ جسنے متعہ نہ کیا وہ قیامت کے دن نکٹا اٹھیگا دیکھو تفسیر خلاصۃ المنہج اور مجتہد اعظم مولوی سید محمد صاحب کی کتاب ضربت حیدریہ جلد دوم' تمام کلمہ گویان اسلام متفق ہیں کہ متعہ ناجائز و حرام ہے اور متعدد آیات قرآنیہ اسکی حرمت کو ظاہر کر رہی ہیں اور احادیث نبویہ سے بھی اسکی حرمت معلوم ہوتی ہے مگر شیعہ ہیں کہ متعہ کے حلال ہونے پر مصر ہیں اور اس اصرار سے کسی طرح باز نہیں آتے۔ عجیب لطف یہ ہے کہ خود شیعوں کے اصول اربعہ میں مثلاً تہذیب الاحکام میں خود حضرت علی سے متعہ کے حرام ہونیکی روایت منقول ہے اور شیعونکی کتابونمیں کہیں نہیں ہے کہ حضرت علی نے حلت متعہ کا اپنے عہد خلافت میں کبھی کبھی اعلان دیا یا کسی امام نے متعہ کیا ہو با ایں ہمہ حلت متعہ پر وہ اس مضبوطی سے قائم ہیں کہ معاذ اللہ۔ المختصر مذہب شیعہ کی خصوصیات بہت ہیں اور وہ خصوصیات اس مذہب کے تصنیف کرنیوالونکی نیت کو بے نقاب کر رہی ہیں

هذا آخر الكلام والحمد لله رب العالمين۔